جدید مالیاتی ادارے
فقہ اسلامی کی روشنی میں

جس میں بینکنگ کے اسلامی اُصول، انشورنس اور میچول فنڈ کے اسلامی طریقہ، شرعی اُصولوں کے مطابق سرمایہ کاری کی صورتوں، اسٹاک ایکسچینج اور کموڈیٹیز ایکسچینج، اسلامی صکوک جیسے اہم مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ایک نصابی کتاب کے طور پر اس کو مرتب کیا گیا ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

باہتمام
المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

ناشر
کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی

طبع جدید ۱۴۳۶ھ — ۲۰۱۴ء

کتاب : جدید مالیاتی ادارے — فقہ اسلامی کی روشنی میں

مصنف : مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

صفحات : ۱۱۲

کمپیوٹر کتابت : محمد نصیر عالم سبیلی فون نمبر : 9959897621 91+
(العالم اُردو کمپیوٹرس، کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد)

باہتمام
المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

ناشر
کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی

ملنے کے پتے

- المعہد العالی الاسلامی، شاہین نگر حیدرآباد۔
- کتب خانہ نعیمیہ، ضلع سہارنپور، دیوبند (یوپی)۔
- ہندوستان پیپر امپوریم، مچھلی کمان، حیدرآباد۔



فہرست مضامین

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

پانچواں باب

چھٹا باب

ساتواں باب

آٹھواں باب

نواں باب

دسواں باب



پیش لفظ

اسلامی معاشی اخلاقیات اور ضابطہ فقہ المعاملات ایک ہزار سال سے زیادہ دنیا میں جاری وساری رہنے کے بعد اکیسویں صدی میں ایک بار پھر سے ایک عالم کی نظریں اپنی طرف کھینچ رہا ہے، 2008ء کے عالمی معاشی بحران کے بعد اپنے اور غیر سبھی اسلام کے معاشی نظام کو گہرائی و گیرائی سے زیر غور لا رہے ہیں، معاشی ماہرین اور مذہبی پیشوا شریعتِ اسلامیہ کے مالیاتی قواعد وضوابط کی خوبیوں کو نہ صرف سراہ رہے ہیں؛ بلکہ اس کے عملی نفاذ کی راہیں تلاش کر رہے ہیں، مغرب ومشرق کی جامعات اسلامی مالیاتی نظام کی تدریس اور ریسرچ میں مسابقت کررہی ہیں۔

یہ بات قابل تفکر ہے کہ اس عالمی اہتمام کے علی الرغم مسلم معاشروں اور اداروں میں اس طرف کم توجہ دی جارہی ہے، ہند و پاک کے دینی حلقوں میں ابھی تک اسلامی مالیاتی اداروں اوران کے معاملات کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھا جارہا ہے، یہ صورت حال حقیقت سے بے خبری کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کو اس طرف توجہ اور ہمت کی توفیق عطا فرمائی اور متعدد تجربوں اور تدریسی مراحل سے گذرنے کے بعد یہ کتاب مرتب کی گئی ہے، جوایک بہت بڑے خلا اور کمی کو پورا کرتی ہے۔

انگریزی اور عربی زبانوں میں کافی مواد اور لٹریچر کے باوجود تدریسی ضرورت کو پوری کرنے والی ایک معیاری کتاب کی کمی اہل علم برابر محسوس کررہے تھے، اتنی مختصر اور جامع کتاب جسے طلبۂ علم، علماء اور مدرسین استعمال کرسکیں، نہ ہونے کے برابر ہے، اور کوئی شبہ نہیں کہ یہ کتاب بہتر طور پر اس ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ ابواب فقہیہ کی روایتی ترتیب کے بجائے اس میں مالیاتی شعبوں اور مارکٹ کے تعامل کو ملحوظ رکھا گیا ہے، ہر قسم کے معاملات کا عصر حاضر میں جو پس منظر ہے، وہ جس طرح انجام پذیر ہوتے ہیں اور جن اداروں کے ذریعے کئے جاتے ہیں، ان کا مختصر تعارف کرا کے ہر طریقۂ کار کی فقہی تکییف دی گئی ہے، یہ کتاب روایتی فقہی معلومات رکھنے والوں اور نہ رکھنے والوں کے لئے یکساں مفید ہے؛ البتہ برصغیر کی دینی جامعات اور درس نظامی کے فضلاء کے لئے یہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے اور موجودہ زمانے کے جدید مالیاتی طریقوں میں جواز کی جو صورتیں بن سکتی ہیں اور غیر شرعی طریقۂ کار کا جو شرعی متبادل ہوسکتا ہے، یہ اس کا بہترین خلاصہ ہے!

مجھے اُمید ہے کہ طالبان علوم نبوت اور اساتذہ کرام کے علاوہ عام تعلیم یافتہ اور تاجر طبقہ بھی اس سے مستفید ہوگا، یہ کتاب تمام مدارسِ اسلامیہ میں فقہ پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے ایک بہترین معاون کتاب ثابت ہوگی، بالخصوص فقہ کے ایڈوانس لیول کی کتابوں کے ساتھ ساتھ یہ ایک قیمتی سرمایۂ علمی اور بہترین کلید کا درجہ حاصل کرے گی۔

میری تمنا ہے کہ یہ کتاب ایک ریفرنس اور مرجع کی حیثیت حاصل کرلے! جیسا کہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی دیگر کاوشوں کو عمومی قبولیت اور مرجعیت حاصل ہے۔

برکت اللہ عبد القادر قاسمی
(مشیر شرعی: اسلامی بینک آف برٹن، لندن)

۱۰/محرم ۱۴۳۶ھ
۴/نومبر ۲۰۱۴ء



عرض مؤلف

''المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد'' کے شعبۂ تخصص فی الفقہ (سال دوم) میں اِدھر کئی سالوں سے ایک مضمون ''اقتصادِ اسلامی'' کا رکھا گیا ہے؛ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک گھنٹی منتخب قواعدِ فقہیہ مالیہ کی، ایک اسلامی مالیات کی اور ایک معاشیات کی ہوتی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ افتاء کرنے والے طلبہ اس موضوع کی مبادیات سے واقف ہوجائیں۔

ان میں ''اسلامی مالیات'' کا مضمون اس حقیر سے متعلق ہوتا ہے، میں نے پہلے اس سلسلہ میں معروف کتاب ''المعايير الشرعيه'' کے منتخب ابواب پڑھائے، عربی کی بعض دیگر کتابیں پڑھائیں؛ لیکن تجربہ ہوا کہ یہ کتابیں نصابی نقطۂ نظر سے نہیں لکھی گئی ہیں، یا تو قانونی کتابوں کے اُسلوب پر لکھی گئی ہیں، جیسے ''معاییر شرعیہ'' یا بحث و تحقیق کے نہج پر لکھی گئی ہیں، اس لئے ان سے نصابی ضرورت پوری نہیں ہو پاتی؛ بلکہ طلبہ کا ذہن اُلجھ کر رہ جاتا ہے، اس لئے گذشتہ دو سال سے کسی کتاب کو پڑھانے کے بجائے نوٹ لکھانے اور پھر اس نوٹ کو کسی قدر وضاحت کے ساتھ سمجھانے کا معمول ہے، طلبہ نے اور بعض دیگر اصحابِ علم نے بھی جب ان یادداشتوں کو دیکھا تو ان کی رائے ہوئی کہ اس کو کتابی شکل میں شائع ہوجانا چاہئے، یہ کتاب اسی خواہش کی تکمیل ہے!

اس میں تین اہم مالیاتی ادارے — بینک، انشورنس کمپنی اور اسٹاک مارکٹ — پر گفتگو کی گئی ہے، پہلے دونوں اداروں کے اسلامی متبادل کو واضح کیا گیا ہے اور تیسرے ادارے کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات اور شرعی ہدایات پیش کی گئی ہیں، اصطلاحات کو حسبِ ضرورت اُردو، عربی اور انگریزی تینوں زبانوں میں لکھا گیا ہے، ہر باب کے شروع میں ایک تمہید ہے، جس میں موجودہ عہد میں اس کی ضرورت و اہمیت واضح کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں اسلام کے

اُصولی موقف کو واضح کیا گیا ہے، نیز ہر باب کے اخیر میں سوالات ہیں؛ تاکہ طلبہ انھیں حل کریں اور مضمون اچھی طرح ان کے ذہن میں راسخ ہوجائے، بعض مسائل میں فقہاء عصر حاضر کے درمیان کسی قدر اختلاف بھی ہے، اس پر بھی بحث سے بچتے ہوئے اشارہ کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور احکام ومسائل کے نقل کرنے میں بھی یہ بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ استیعاب نہ ہو؛ بلکہ ضروری مسائل کا انتخاب ہو، فقہی تفصیلات سے اس لئے گریز کیا گیا ہے کہ جو طلبہ اس کتاب کو پڑھیں گے، وہ اس کتاب میں آنے والے شرعی عقود کو کتبِ فقہ میں پڑھ چکے ہوں گے۔

فی الحال اس کتاب کو کم تعداد میں شائع کیا جارہا ہے؛ تاکہ اہل علم کی تنقیدات اور مشورے سامنے آجائیں اور ان سے فائدہ اُٹھایا جائے، دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے اور مسلمانوں خاص کر علماء اور اربابِ افتاء کے لئے نافع بنائے۔

وباللّٰہ التوفیق وھو المستعان۔

۱۲؍رجب ۱۴۳۴ھ — **خالد سیف اللہ رحمانی**

۲۳؍مئی ۲۰۱۳ء — (خادم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

اضافہ

بحمد اللہ اس کتاب کو پڑھانے کا گذشتہ دوسال سے تجربہ کیا گیا اور بعض ایسے اہل علم نے اس کتاب کو ملاحظہ بھی کیا، جن کا اسلامک فائنانس سے تعلق ہے اور انھوں نے بھی اس کوشش کو سراہا؛ چنانچہ بعض ترمیمات اور تصحیحات کے ساتھ اس کا نیا ایڈیشن شائع کیا جارہا ہے، ایسے ہی دوستوں میں اس میدان کے معروف فاضل مفتی برکت اللہ عبد القادر قاسمی (لندن) بھی ہیں، جن کا ''پیش لفظ'' اس نئے ایڈیشن میں شریک اشاعت ہے، جس مقصد کے لئے یہ کوشش کی گئی ہے، اللہ کرے کہ وہ اس میں مفید ثابت ہو اور اس گنہگار کے لئے ذخیرہ آخرت بنے۔ آمین

ربنا تقبل منا إنک انت السمیع العلیم۔

۱۰؍محرم ۱۴۳۶ھ — **خالد سیف اللہ رحمانی**

۴؍نومبر ۲۰۱۴ء — (خادم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

تمہید

اسلام کی نظر میں دین کا تصور نہایت وسیع ہے، جس میں عقیدہ وعبادت سے لے کر سماجی زندگی اور ملکی معیشت تک سب داخل ہے، اور وہی شخص پکا اور سچا مسلمان ہے، جو ان تمام معاملات میں اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً'' (البقرۃ: ۲۰۸) پس جیسے زندگی کے دوسرے شعبوں کے بارے میں اسلام نے انسانیت کی رہنمائی کی ہے، اسی طرح معاشی نظام کے معاملہ میں بھی اس کی ہدایات بہت واضح ہیں؛ البتہ فرق یہ ہے کہ عبادات کے باب میں جزوی تفصیلات بھی ذکر کی گئی ہیں؛ کیوں کہ طریقۂ عبادت میں وقت کے بدلنے سے تبدیلی کی ضرورت نہیں پڑتی، اور معاملات میں جزوی تفصیلات کو متعین کرنے کے بجائے اُصول مقرر کئے گئے ہیں؛ کہ ہر زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے ان اُصولوں کی تطبیق عمل میں آئے؛ چنانچہ اسلام نے نظام معیشت کے جو بنیادی اُصول بتائے ہیں، ان میں سے چند اہم نکات یہ ہیں :

اطاعتِ خداوندی

دیگر نظامہائے معیشت میں افراد پر صرف حکومت کی طرف سے پابندی ہوتی ہے اور دنیوی قوانین کی گرفت کا خوف ہی انسان کو درست راستہ پر قائم رکھتا ہے، اسلامی نظام معیشت میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو بنیادی اہمیت حاصل ہے ''اِنِ الْحُکْمُ اِلاَّ لِلّٰہِ'' (الانعام: ۵۷) اوران احکام کی نافرمانی سے بچنے کا ایک اہم محرک آخرت کا تصور بھی ہوتا ہے۔

مثلاً اگر ایک شخص فلم انڈسٹری میں پیسہ لگائے، فحش لٹریچر پر سرمایہ کاری کرے، شراب کی صنعت وتجارت میں حصہ لے، تو موجودہ دور میں بہت سے ممالک کا قانون ان کو منع

نہیں کرتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ'' (المائدۃ:۲) یعنی: ایسے کاموں میں مدد نہ کرو جو گناہ اور نافرمانی و زیادتی کے ہیں، ظاہر ہے کہ ان کاموں میں سرمایہ کاری گناہوں میں تعاون ہے؛ اس لئے اسلامی نظامِ معیشت میں اس کی اجازت نہیں ہوگی۔

اخلاقیات پر مبنی معیشت

سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد خود غرضی پر ہے، یہ تصور کیا جاتا ہے کہ آدمی اسی کام میں محنت کرتا ہے، جس سے اس کی کوئی ذاتی غرض وابستہ ہو؛ لیکن اسلامی تعلیمات کا بنیادی ہدف یہ ہے کہ زندگی کا کوئی بھی مسئلہ ہو، اخلاقی اقدار کے دائرہ میں رہتے ہوئے اسے حل کیا جانا چاہئے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا گیا ''إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ'' (النحل:۹۰) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کتب الله الإحسان علی کل شئ'' (۱) احسان کا تعلق بنیادی طور پر اخلاقی تعلیمات سے ہے؛ لہٰذا کوئی بھی عمل ہو، اسلامی نقطۂ نظر سے ضروری ہے کہ وہ اخلاقی تقاضوں سے ہم آہنگ ہو۔

جیسے قانونی طور پر ایک انسان کے لئے اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ کسی سے کوئی سامان خرید کرے؛ خواہ دوسرے لوگ بھی اس کو خریدنے کے خواہش مند ہوں اور اس کے بارے میں بات کر رہے ہوں؛ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کی ایک شخص سے کسی سامان کے خریدنے کی بات چیت چل رہی ہو تو دوسرے شخص کو اس کے مقابلے میں اپنا سودا پیش نہیں کرنا چاہئے، یا ایک شخص کسی سامان کو خریدنے کی بات کر رہا ہو، تو دوسرے شخص کو اپنا وہی سامان بیچنے کی پیشکش نہیں کرنی چاہئے، جس کو ''سوم علی سوم اخیه'' یا ''بیع علی بیع اخیه'' کہتے ہیں، (۲) ظاہر ہے یہ ممانعت اخلاقی اقدار کے تحت ہے، یا جیسے ہتھیار کی

(۱) ابوداود، کتاب الضحایا، باب فی النهی أن تصبر البهائم، حدیث نمبر: ۲۸۱۵۔

(۲) مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۰۳۱۶۔

خرید وفروخت فی نفسہٖ جائز ہے ؛ کیوں کہ ضروری نہیں کہ ہتھیار کو غلط مقاصد ہی کے لئے استعمال کیا جائے ، نیز ہتھیار بنانے میں جو اجزاء استعمال ہوتے ہیں ، وہ عموماً حلال ہوتے ہیں ، مگر موجودہ دور میں ہتھیار کا زیادہ تر ناروا استعمال ہو رہا ہے ، اسی بنا پر عصر حاضر کے فقہاء نے ایسی کمپنی کے شیئرز خریدنے کو ممنوع قرار دیا ہے جو ہتھیار بناتی ہو ، اس حکم کی بنیاد بھی اخلاقی پہلو کی رعایت ہے — غور کیا جائے تو معاملات سے متعلق تمام ہی احکام میں اسلام کا یہی مزاج کارفرما ہے ۔

فطرت سے ہم آہنگی

اللہ تعالیٰ ہی نے کائنات کی فطرت بنائی ہے اور یہ شریعت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے بھیجی ہوئی ہے ؛ اس لئے شریعت اسلامی پوری طرح قانونِ فطرت سے ہم آہنگ ہے ؛ چنانچہ اسلام کے بارے میں ارشاد ہے : ’’فِطْرَةَ اللهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا‘‘ (الروم : ۳۰) مثلاً قانونِ فطرت یہ ہے کہ زر سے زر پیدا نہیں ہوتا ، جب تک اس کے ساتھ انسان کی محنت شامل نہ ہو اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سرمایہ اور محنت سے مل کر جب کوئی کاروبار آگے بڑھتا ہے تو اس میں نفع کے ساتھ نقصان کا بھی اندیشہ رہتا ہے ، سودی نظام میں یہ فرض کر کے سود لیا جاتا ہے کہ گویا خود زر سے زر پیدا ہوتا ہے ، اسلام نے سود کو منع کیا اور ایسی سرمایہ کاری کی اجازت دی ، جس میں حقیقی نفع حاصل ہونے پر ہی سرمایہ کار کو نفع دیا جائے اور اگر نقصان ہو تو سرمایہ کار سرمایہ کے اور محنت کار محنت کے نقصان کو برداشت کرے ؛ کیوں کہ سود ایک غیر فطری عمل ہے ۔

آپ ﷺ نے بیع کے چند خاص طریقوں کو — جو اس زمانے میں مروج تھے — منع فرمایا ، ان میں سے ایک ’’تلقی جلب‘‘ ہے ، (۱) اُس زمانے میں آج کل کی طرح ہر جگہ مارکٹ نہیں تھے ؛ بلکہ تجارتی قافلے چلا کرتے تھے ، جو مختلف شہروں سے سامان لیتے بھی جاتے اور وہاں فروخت بھی کرتے جاتے ، جب یہ تجارتی قافلہ کسی شہر میں داخل ہوتا اور اشیاءِ ضرورت بڑی

(۱) مسلم ، کتاب البیوع ، باب تحریم تلقی الجلب ، حدیث نمبر : ۱۵۱۹ ۔

مقدار میں پہنچ جاتی تو سامان کا نرخ کم ہو جاتا اور عوام کا فائدہ ہوتا ؛ اس لئے بڑے سرمایہ داروں کی کوشش ہوتی کہ اس تجارتی قافلہ کو شہر کے اندر آنے نہیں دیں، وہ باہر نکل کر ان کے سامان خرید لاتے اور پھر شہر میں اسے من مانی قیمت میں فروخت کرتے ، اسی طرح ایک اور اصطلاح ''بیع حاضر للبادی'' کی ہے،(۱) دیہات کے لوگ جب اپنی پیداوار لے کر شہر میں آتے اور اسے فروخت کرتے تو شہر کے لوگوں کو سامان نسبتاً ارزاں قیمت پر مل جاتا تھا؛ اس لئے شہر کے تاجر دیہات کے لوگوں سے کہتے تھے کہ تم خود اپنا مال فروخت نہ کرو، ہم تمہارا مال فروخت کر دیں گے اور یہ قیمت بڑھا کر بیچتے تھے، اسی طرح تاجر جب کسی چیز کو نیلام (Auction) کرتے تھے اور اس پر بولی لگائی جاتی تھی تو بعض لوگوں کا بولی میں شریک ہونا مقصود نہیں ہوتا تھا؛ لیکن وہ محض مصنوعی طور پر قیمت کو بڑھانے اور گھٹانے کے لئے بولی میں شریک ہو جاتے تھے، اس کو حدیث میں ''نجش'' کہا گیا ہے، اس کو بھی آپ ﷺ نے منع فرما دیا — ؛ کیوں کہ یہ سب صورتیں قیمت کے فطری اُتار چڑھاؤ میں رکاوٹ بنتی ہیں اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو فطری طور پر قیمتیں بڑھتی یا گھٹتی ہیں، پس اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ معیشت کو فطرت سے ہم آہنگ ہونا چاہئے۔

تقسیم دولت

اسلام انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے اور اس بات کا قائل نہیں ہے کہ جابرانہ نظام کے تحت دولت کے تمام وسائل براہ راست حکومت کی ملکیت میں آجائیں، مگر وہ اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ سرمایہ دارانہ نظام کے مزاج کے مطابق دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ جائے اور امیروں اور غریبوں کے درمیان فاصلہ بڑھتا جائے ؛ بلکہ وہ انفرادی ملکیت کے ساتھ ساتھ دولت کی زیادہ سے زیادہ تقسیم چاہتا ہے۔

اسی لئے زکوٰۃ کا نظام مقرر ہے، جو ڈھائی فیصد سے دس فیصد تک اور معدنی ذخائر میں

(۱) مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۰۳۱۶۔

بیس فیصد تک واجب ہوتی ہے، قانونِ میراث میں بھی اس کا خیال رکھا گیا ہے؛ اسی لئے سود کی بجائے مضاربت اور شرکت کی صورت رکھی گئی؛ تا کہ نفع سرمایہ کار و محنت کار دونوں پر تقسیم ہو — شریعت کے قانونِ معاملات پر غور کیا جائے تو ہر جگہ اس اُصول کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔

استحصال کی ممانعت

شریعت میں اس بات کو سخت ناپسند کیا گیا ہے کہ کسی مظلوم شخص کا استحصال کیا جائے اور اس کی مجبوری سے فائدہ اُٹھایا جائے، سود کی ممانعت میں یہ پہلو بھی پیش نظر ہے، ایک شخص کو قرض کی ضرورت ہوتی ہے اور سود خور اس کو مجبور کر دیتا ہے کہ وہ قرض تو دے گا؛ لیکن اس پر زیادہ رقم وصول کرے اور مقروض مجبور ہونے کی بنا پر اس کو قبول کر لیتا ہے، اسی طرح کسی شئے کی قیمت متعین کرنے میں ''غبن فاحش'' کو پسند نہیں کیا گیا، یعنی یہ بات کہ مارکٹ میں اس کی زیادہ سے زیادہ جو قیمت ہوسکتی ہے، اس سے بھی زیادہ قیمت لگائی جائے، یہ درحقیقت خریدار کا استحصال ہے اور اس کی خواہش اور ضرورت کو دیکھتے ہوئے اس طرح کی قیمت لگائی جاتی ہے۔

اسلامک بینکنگ

دنیا میں چند سو سال پہلے تک ایسا نظام معیشت جاری و ساری تھا، جو سود سے خالی تھا؛ لیکن مغرب کے غلبہ کے ساتھ جس معاشی نظام کی تشکیل عمل میں آئی، وہ پوری طرح سود پر مبنی ہے اور اس میں اخلاقی اقدار کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے؛ بلکہ اب یہ بات کہی جاتی ہے کہ سود کے بغیر کوئی معاشی نظام چل ہی نہیں سکتا؛ حالاں کہ گذشتہ تاریخ اس کی تکذیب کرتی ہے؛ کیوں کہ تاریخ کے طویل ترین عہد میں سود کے بغیر دنیا کا نظام معیشت چلتا رہا ہے، سود تو عقل وفطرت، انصاف اور تمام مذاہب کی مسلمہ تعلیمات کے مغائر ہے، افسوس کہ دیگر اہل مذاہب نے انسان کی خواہشات پرستی کے سامنے ہتھیار ڈال دیا، غالباً مسلمان واحد اُمت ہیں، جنھوں نے ان حالات میں بھی اپنے دین اور شریعت سے تعلق باقی رکھا ہے اور وہ سود و قمار کو حرام سمجھتے ہیں۔

اس پس منظر میں یہ بات ضروری تھی کہ اسلامی خطوط پر مالیاتی ادارے — بینک،

انشورنس، اسٹاک ایکسچینج — کی تشکیل عمل میں آئے اور اس کے لئے شرعی حدود و اُصول مقرر کئے جائیں، کہا جاتا ہے کہ اس سلسلے کی پہلی کوشش مصر میں ''مِتْ غَمْرَ'' نامی شہر میں ۱۹۶۳ء میں ڈاکٹر احمد نجار نے کی، یہ بینک جرمن بچت بینکوں کے طرز پر قائم کیا گیا تھا، پھر ۱۹۷۵ء میں اسلامک ڈیولپمنٹ بینک جدہ کا قیام عمل میں آیا، جس میں تمام مسلم ممالک کی شرکت ہے، پھر اسی سال دبئی میں 'دبئی اسلامک بینک' کا قیام عمل میں آیا، ۱۹۷۷ء میں فیصل اسلامک بینک آف سوڈان، ۱۹۷۸ء میں مصر میں فیصل اسلامی بینک اور اُردن میں اُردنی اسلامی بینک قائم ہوئے، ۱۹۸۳ء میں ملیشیا میں اسلامی بینک سے متعلق قانون جاری ہوا اور ملیشیا میں پہلا اسلامی بینک 'بنک اسلام ملیشیا برحد' کے نام سے قائم ہوا، اس کے بعد سے مختلف عرب اور اسلامی ملکوں میں اسلامک بینکنگ کو فروغ ہونے لگا، یہاں تک کہ ۲۰۰۰ء کے بعد بعض غیر مسلم اکثریت ممالک میں بھی اسلامک بینکنگ کے لئے گنجائش فراہم کی گئی اور دنیا میں اس وقت تقریباً ۴۰۰ر اسلامک بینک کام کر رہے ہیں، جو تجارتی اعتبار سے بہت کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔

اسلام میں سرمایہ کاری کا اصل طریقہ وہ ہے جس کو مضاربت اور شرکت کہا جاتا ہے؛ لیکن یہ بات قابل توجہ ہے کہ اسلامک بینک 92% سے زیادہ مرابحہ کا معاملہ کرتے ہیں، جس میں نقصان کا خطرہ کم سے کم ہوتا ہے، اس سوچ کو بدلنے کی ضرورت ہے؛ کیوں کہ اصل میں یہ وہی سوچ ہے، جو سودی نظام کو تقویت پہنچاتی ہے، جس میں سرمایہ کار اپنے سرمایہ کے نقصان کو قبول کرنا نہیں چاہتا، اسلامی بینکوں کو چاہئے کہ وہ بلند حوصلگی اور مؤثر جد و جہد کے ساتھ شرکت و مضاربت کے میدان میں قدم آگے بڑھائیں؛ تاکہ استثمار کے معیاری اسلامی طریقہ کو فروغ ہو۔

تکافل

انشورنس کے متبادل کے طور پر اِس عہد کے فقہاء نے تکافل کا تصور دیا ہے، ۱۹۶۵ء میں ھیئۃ کبار العلماء (مکہ مکرمہ) نے تکافل کے نظام کو انشورنس کا متبادل قرار دیا، ۱۹۶۷ء میں

مفتی محمد شفیع صاحبؒ (پاکستان) نے انشورنس کے متبادل کے طور پر ''وقف'' پر مبنی نظام تکافل پیش کیا، ۱۹۷۹ء میں ''اسلامی انشورنس کمپنی آف سوڈان'' کا قیام عمل میں آیا، جو پہلی باضابطہ انشورنس کمپنی تھی، مہاتر محمد کی وزارت عظمیٰ کے عہد میں ۱۹۸۳ء میں اسلامک بینک کاری کے ساتھ ساتھ ملیشیا میں نظام تکافل بھی شروع ہوا، اس کے بعد سے اسے کافی فروغ حاصل ہوا ہے، اس وقت دنیا میں تقریباً پچاس رجسٹرڈ اسلامی انشورنس کمپنیاں ہیں اور دس ایسی کمپنیاں ہیں جو روایتی طریقہ پر انشورنس کا کام کرتی ہیں؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلامی انشورنس کا کام بھی کرتی ہیں۔

علماء کی ذمہ داری

اسلامی اُصولوں کے مطابق بینک اور انشورنس کے نظام کو جس قدر فروغ حاصل ہوگا، انسانی سماج کو اتنا ہی جلد سود اور قمار سے نجات حاصل ہوگی، اس سلسلے میں جہاں حکومتوں کا فریضہ ہے کہ وہ ایسے اسلامی مالیاتی اداروں کے لئے قانونی مواقع پیدا کریں اور جہاں سرمایہ کاروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اخلاقی اقدار پر قائم ان اداروں کے ذریعے سرمایہ کاری کریں، وہیں علماء اور فقہاء کی ذمہ داری ہے کہ وہ غور وفکر کے ذریعے شرعی اعتبار سے جو دشواریاں ہیں، ان کا جائز متبادل دریافت کریں اور کتاب وسنت کی ہدایات کے دائرہ میں رہتے ہوئے معاملات کی ایسی صورتیں ایجاد کریں، جو موجودہ حالات میں قابل عمل ہوں، جیسے ماضی میں استصناع کی صورت اختیار کی گئی، یا جیسا کہ موجودہ دور میں شرکت متناقصہ اور اجارہ منتہیہ علی التملیک وغیرہ کی صورتیں اختیار کی گئیں۔



پہلا باب

بینک کی مختلف خدمات

مروجہ بینک مختلف ایسی خدمات انجام دیتے ہیں، جو انسانی سماج کے لئے ضروری ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں :

(الف) بینک لوگوں کی رقمیں محفوظ کرتا ہے اور بہ وقت ضرورت انھیں واپس لوٹاتا ہے —— پہلے زمانہ میں نقد رقم سونے اور چاندی یا کسی اور دھات کی صورت میں ہوا کرتی تھی، لوگ ضرورت سے زیادہ رقم کی حفاظت کے لئے ان کو دفینہ کی شکل میں محفوظ کر دیتے تھے، ان سکوں کو دیمک لگنے کا خطرہ نہ ہوتا تھا اور چوں کہ ان سکوں کی بہ ذات خود ایک ''قدر'' ہوا کرتی تھی؛ اس لئے وقت گذرنے کے ساتھ ان کی قوت خرید کم نہیں ہوتی تھی، موجودہ دور میں جو کاغذی نوٹ مروج ہیں، انھیں طویل عرصہ تک محفوظ رکھنے کے لئے دفینہ کی شکل میں نہیں رکھا جاسکتا؛ ورنہ ان کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہے، دوسرے: چوں کہ خود ان نوٹوں کی کوئی قابل ذکر قیمت نہیں ہوتی؛ بلکہ حکومت کی توثیق وتصدیق کی وجہ سے ان کو قبول کیا جاتا ہے؛ اس لئے ان کی قیمت میں تیزی سے اُتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے اور زیادہ تر گراوٹ (Inflation) کی نوبت آجاتی ہے؛ اس لئے موجودہ دور میں ایسے ادارہ کی زیادہ ضرورت ہے، جو لوگوں کی رقم کو محفوظ رکھے۔

(ب) بینک رقم جمع کرنے والوں کو نفع بھی دیتا ہے — اپنی امانت کو گراوٹ سے بچانے کے لئے موجودہ دور میں ایسے ادارہ کی زیادہ ضرورت ہے، جو آپ کے سرمایہ کو نفع آور بنائیں، نیز اس کا فائدہ ان لوگوں کو بھی ہوتا ہے، جو سرمایہ تو رکھتے ہیں؛ لیکن خود تجارت اور کاروبار کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

(ج) بینک ضرورت مندوں کو مقررہ مدت کے لئے قرض فراہم کرتا ہے، اس طرح نہ صرف قرض لینے والوں کی ضرورت پوری ہوتی ہے؛ بلکہ ان کو اپنے کاروبار کو بڑھانے کا موقع بھی ملتا ہے، معاشی ترقی ہوتی ہے اور بالواسطہ سماج کو بھی اس سے فائدہ ہوتا ہے — سماج میں چوں کہ غریب وضرورت مند لوگ بھی ہوتے ہیں؛ بلکہ ایسے لوگوں کی اکثریت ہوتی ہے، نیز بہت سی دفعہ تجارت اور کاروبار کو ترقی دینے کے لئے کثیر سرمایہ (Huge Capital) مطلوب ہوتا ہے، جس کا عام افراد سے حاصل ہونا مشکل ہوتا ہے؛ اس لئے یہ بھی ایک بڑی ضرورت ہے۔

(د) سماج میں بعض لوگوں کے پاس ان کی ضرورت سے زیادہ سرمایہ موجود ہوتا ہے، جو بیکار پڑا رہتا ہے، اور کچھ لوگوں کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہوتا کہ ان کی ضرورت پوری ہو سکے، بینک پہلی قسم کے لوگوں سے زائد از ضرورت سرمایہ کو حاصل کرتا ہے اور دوسری قسم کے لوگوں تک اس کو پہنچاتا ہے، اس طرح معاشرہ میں معاشی ترقی ہوتی ہے اور تمام لوگوں کو اس کا نفع پہنچتا ہے۔

(ھ) اگر بیچنے والا اور خریدنے والا دو ایسے علاقوں میں واقع ہو، جن کے درمیان کافی مسافت ہو تو اس وقت ایک ایسا ذریعہ مطلوب ہوتا ہے، جو ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کو مطلوبہ قیمت

پہنچائے، یا وہ مطلوبہ سامان پہنچانے کی ذمہ داری قبول کرے؛ تاکہ لوگ اعتماد کے ساتھ کاروبار کرسکیں اور تجارت کو فروغ ہو، یہ ضرورت بھی بینک کے ذریعہ پوری ہوتی ہے۔

لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کرنا، ان کے سرمایہ کو نفع آور بنانا اور ضرورت مندوں کو قرض فراہم کرنا وہ افعال ہیں، جو شریعت اسلامی میں نہ صرف جائز ہیں؛ بلکہ مطلوب و پسندیدہ ہیں؛ لیکن مروجہ بینکوں (Conventional Banks) کے طریقۂ کار میں یہ خرابی ہے کہ وہ رقم جمع کرنے والوں کو سود دیتے ہیں اور قرض لینے والوں سے سود وصول کرتے ہیں؛ اس لئے اسلامی نقطۂ نظر سے مروجہ بینکنگ نظام بہ حالت موجودہ درست نہیں ہے۔

شریعت کے دائرہ میں

شریعت اسلامی میں یہ خدمات اس طرح انجام دی جائیں گی :

(الف) جو لوگ رقم جمع کریں، بینک سے کسی نفع کے طلب گار نہیں ہوں اور ایک مقررہ مدت پر رقم کی واپسی کا حق محفوظ رکھیں، تو یہ ''دَین'' (قرضِ حسنہ) ہے، جس کی شکل یہ ہے :

کھاتہ دار (Account holder)	جمع شدہ رقم (Deposit)	بینک (Bank)
(دائن)	(دین)	(مدیون)

اس صورت میں :

(۱) کھاتہ دار کوئی نفع نہیں لے سکتا؛ کیوں کہ یہ ''قرضِ حسن'' ہے اور قرض میں دی ہوئی رقم سے زیادہ وصول کرنا ''سود'' ہے۔

(۲) بینک کھاتہ دار سے کوئی ''اُجرۃ الخدمۃ'' (Service Charge) طلب نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ دائن اس کو فائدہ پہنچا رہا ہے، وہ اس سے کوئی نفع نہیں اُٹھاتا ہے۔

(۳) بینک چیک بک جاری کرتا ہے، ڈرافٹ بناتا ہے، یا اس طرح کی بعض اور سہولتیں فراہم کرتا ہے، قیمت یا سروس چارج کی شکل میں اس کا عوض لینا درست ہوگا؛ کیوں کہ یہ اس خدمت کا معاوضہ ہے، جو بینک مہیا کرتا ہے۔

(ب) کھاتہ دار نفع کے طلب گار نہ ہوں، یہ بھی شرط ہو کہ بینک عند الطلب واپس کردے گا؛ مگر کھاتہ دار کی طرف سے شرط ہو کہ بینک اس کی رقم یا سونا چاندی میں کوئی تصرف نہیں کر سکے گا، یہ صورت ''ودیعت'' کی ہے، اس معاملہ کی شکل اس طرح ہے :

کھاتہ دار	جمع کی ہوئی رقم	بینک
(مودِع)	(ودیعت)	(مودَع)

اس صورت میں :

(۱) بینک عند الطلب اس کی واپسی کا ذمہ دار ہے۔

(۲) کھاتہ دار سے ''اُجرۃ الخدمۃ''(Service Charge) حاصل کر سکتا ہے۔

(۳) کھاتہ دار بینک سے کوئی نفع نہیں لے سکتا؛ کیوں کہ یہ سود میں شامل ہوجائے گا۔

(۴) اگرچہ کہ ''ودیعت'' میں تصرف کی اجازت نہیں اور ''ثمن'' (کرنسی) بھی ودیعت میں متعین ہوتے ہیں، یعنی جو چیز لی گئی ہو، بعینہ اس کی واپسی ضروری ہوتی ہے؛ البتہ سونا اور چاندی ایسے ثمن تھے، جن کے متعین کرنے میں فائدہ تھا؛ کیوں کہ سونا اور چاندی کے سکوں میں اصل اور کھوٹ کے تناسب میں فرق ہوتا رہتا تھا، مگر نوٹ میں ایسا نہیں ہے، کرنسی کی ایک مقدار کی نمائندگی کرنے والے تمام نوٹ قدر اور قوت خرید کے اعتبار سے یکساں ہوتے ہیں؛ اس لئے بینک اس رقم میں تصرف کر سکتا ہے، اگرچہ بہتر ہے کہ وہ اس رقم کو جوں کا توں محفوظ رکھے، یا کھاتہ دار سے تصرف کی اجازت حاصل کرلے؛ تاکہ یہ ''دین'' کے دائرہ میں آجائے۔

(۵) ''ودیعت'' اصل میں امانت ہے، یعنی اگر مودَع کی کوتاہی کے بغیر ضائع ہوجائے تو اس پر اس کا بدل ادا کرنا واجب نہیں ہوتا؛ لیکن اگر وہ ودیعت کی حفاظت کی اُجرت لیتا ہو تو پھر وہ ودیعت کا ضامن ہوتا ہے؛ اس لئے بینک جمع کردہ رقم کا ضامن ہوگا۔

(ج) ایک مقررہ مدت (Term Depsit) کے لئے کھاتہ دار بینک میں رقم جمع کرے اور چاہتا ہو کہ بینک اس کی رقم کو تجارت میں مشغول کرے اور مقررہ تناسب کے مطابق

اسے حصہ دیا جائے تو یہ صورت ''مضاربت'' کی ہے — جس کی شکل اس طرح ہوگی :

کھاتہ دار (Capital Provider) (رب المال)	جمع کردہ سرمایہ (Capital) (راس المال)	بینک (Bank) (مضارب)	دونوں کو ملنے والا نفع (Profit) (ربح)

اس کی ایک اور شکل یہ ہے کہ کھاتہ دار بینک کو اس بات کا وکیل بنا دے کہ وہ مناسب طور پر اس کے سرمایہ کو مشغول کر دے اور جو نفع ہو، وہ اسے دے، اس صورت میں پورا نفع کھاتہ دار کا ہوگا اور بینک اپنی اُجرت وصول کرے گا، نیز اگر کوئی نفع نہیں ہے، تب بھی مقررہ مقدار کا مستحق ہوگا، جس کی شکل اس طرح ہوگی :

کھاتہ دار (مؤکل)	جمع کردہ سرمایہ (راس المال)	بینک (وکیل بالاستثمار)	کھاتہ دار کو ملنے والا نفع (ربح)	بینک کی فیس (اُجرتِ وکالت)

اسلامک بینکوں میں مختلف کھاتہ داروں کی فقہی حیثیت

(۱) کرنٹ اکاؤنٹ (Current Account)

کمپنیاں یا ادارے بینک میں رقم جمع کریں، بینک کو تصرف کا حق ہو، کسی بھی وقت اس کے مطالبہ کا حق ہو، بینک سے نفع کے طلب گار نہ ہوں، وہ نہ نفع میں شریک ہوں گے اور نہ نقصان میں۔

(۲) سیونگ اکاؤنٹ (Saving Account)

کھاتہ دار بینک میں رقم بچت کے لئے جمع کرے نہ کہ نفع کے لئے، اگر بینک اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہو، تو یہ ''ودیعت بالضمان'' ہے، یعنی جمع شدہ رقم کی حیثیت امانت کی ہے، بینک اس کی ادائیگی کا ضامن ہوگا اور وہ امانت کی حفاظت کی اُجرت لے گا، عربی میں اس کو ''حسابات التوفیر'' کہتے ہیں۔

(۳) فکسڈ پازٹ اکاؤنٹ (Fixed Deposit Account)

بینک میں طے شدہ مدت کے لئے زیادہ نفع حاصل کرنے کی غرض سے رقم جمع کی جائے۔

ان مختلف اکاؤنٹس کی فقہی حیثیت اس طرح ہوگی :

- کرنٹ اکاؤنٹ: قرضِ حسنہ اور عند الطلب قابل ادائیگی۔
- سیونگ اکاؤنٹ: ودیعہ بالضمان۔
- فکسڈ پازٹ اکاؤنٹ: ایک مقررہ مدت کے لئے مضاربت یا شرکت یا وکالت بالاستثمار۔

سودی بینکوں کے ساتھ کاروبار

(۱) ان بینکوں میں فکسڈ پازٹ اکاؤنٹ کھولنا جائز نہیں؛ کیوں کہ ان صورتوں میں قرض پر نفع حاصل کیا جاتا ہے، جو سود ہے، نیز خود بینک بھی ان لوگوں سے سود حاصل کرتا ہے، جنھیں اس نے قرض دیا ہے اور وہی سودی رقم اپنے قرض دہندوں (کھاتہ داروں) میں تقسیم کرتا ہے؛ البتہ ایسی صورتیں مستثنیٰ ہیں، جو قانوناً مجبوری کے درجہ میں ہیں، مثلاً تجارتی کمپنیوں کے شروع کرنے یا تجارتی سامان ایکسپورٹ کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے رقم کا کچھ حصہ ڈپازٹ کرانا ضروری ہو۔

(۲) جہاں اسلامی بینک کی سہولت موجود نہ ہو، وہاں مروجہ بینکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ اور سیونگ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنا جائز ہے؛ کیوں کہ رقم کی حفاظت کے لئے یہ ایک ضرورت ہے، بعض دفعہ حساب وکتاب میں بھی یہ سہولت کا باعث ہوتا ہے، جیسے: کمپنی کے ملازمین کی تنخواہوں کی ادائیگی وغیرہ۔

(۳) جہاں اسلامی بینک کے ذریعہ کرنٹ اکاؤنٹ کی سہولت ہو، وہاں سودی بینک میں کرنٹ اکاؤنٹ کھولنا جائز؛ لیکن مکروہ ہے، جائز اس لئے کہ یہ معاملہ ودیعت کا ہے، جو فی نفسہٖ جائز ہے اور مکروہ اس لئے کہ اس میں فی الجملہ ایک سودی ادارہ سے تعاون ہے۔

(۴) ان بینکوں سے قرض حاصل کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ یہ قرض پر سود وصول کرتے ہیں اور جیسے سود لینا حرام ہے، اسی طرح سود دینا بھی حرام ہے؛ البتہ بہت مجبور شخص کے لئے اس کی گنجائش ہے۔

مجبور شخص سے مراد یہ ہے کہ :

- اس کے پاس اپنے علاج کے لئے پیسے نہ ہوں۔
- خورد و نوش کے لئے پیسے نہ ہوں۔
- بے روزگار ہو اور بنیادی روزگار کے لئے قرض کی ضرورت ہو۔
- ذاتی مکان نہ ہو، طویل مدت تک کرایہ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو اور صرف بقدر ضرورت مکان حاصل کرنا چاہتا ہو۔
- اس کے پیشہ کے لحاظ سے گاڑی ضروری ہو اور ذاتی گاڑی نہ ہو۔
- کاروبار میں ایسے مرحلہ میں ہو کہ اگر قرض فراہم نہ ہو تو بہت بڑا سرمایہ ڈوب جائے گا۔
- شادی کے لئے پیسے نہ ہوں۔

یہ صورتیں بھی اس وقت مجبوری سمجھی جائیں گی، جب کہ :

- کوئی اسلامی بینک موجود نہ ہو۔
- موجود ہو؛ لیکن اس سے قرض فراہم نہ ہو۔
- کوئی اور شخص غیر سودی قرض دینے کو تیار نہ ہو۔
- اس کے پاس اپنی بنیادی ضروریات کے علاوہ کوئی ایسی جائیداد نہ ہو، جس کو فروخت کر کے ضرورت پوری کی جا سکے۔
- بقدرِ ضرورت قرض لیا جائے، جیسے دو کمروں کے فلیٹ کی عمارت سے اس کا کام چل سکتا ہو تو اس سے وسیع عمارت سودی قرض کے ذریعہ حاصل کرنا درست نہیں۔
- اس شخص کے حالات کو جان کر کسی معتمد و مستند مفتی نے اس کے لئے اس طرح قرض لینے کو درست قرار دیا ہو۔

مروجہ بینک اور اسلامی بینک میں فرق

اگرچہ بعض خدمات وہ ہیں، جو اسلامی بینک بھی فراہم کرتے ہیں اور مروجہ بینک بھی؛ لیکن

دونوں کے طریقۂ کار میں نمایاں فرق ہے، جن میں سے چند اہم اور قابل ذکر نکات یہ ہیں :

(الف) مروجہ بینک کی بنیاد سود پر ہے، وہ قرض لینے والوں سے سود حاصل کرتا ہے اور رقم جمع کرانے والوں کو سود ادا کرتا ہے، جب کہ اسلامی بینک نفع ونقصان میں شرکت کی اساس پر کام کرتے ہیں اور سود سے بچتے ہیں۔

(ب) اسلامی بینک بھی مروجہ بینک کی طرح تمویل یعنی فائنانسنگ کی سہولت بہم پہنچاتا ہے؛ لیکن عقود کی بنیاد قرض نہیں ہوتی؛ بلکہ کبھی تجارت، جیسے: مرابحہ کنٹراکٹ، کبھی شرکت، جیسے: مشارکہ متناقصہ اور کبھی اجارہ، جیسے: اجارہ منتہیہ بالتملیک وغیرہ جیسے معاملات پر ہوتی ہے؛ جب کہ مروجہ بینک کے اکثر عقود کی بنیاد قرض پر ہی ہوتی ہے اور معاملات میں سود کی آمیزش بھی ہوتی ہے۔

(ج) اسلامی بینک ٹھوس منقولہ (Liquid assets) اور غیر منقولہ اثاثہ (Fixed assets) حاصل کرتے ہیں اور ان کو نفع حاصل کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں، جب کہ مروجہ بینک کے یہاں ٹھوس سامان خریدنے کی ممانعت ہے، وہ روپیہ سے روپیہ حاصل کرتے ہیں۔

(د) مروجہ بینک کھاتہ داروں کی رقم اضافہ کے ساتھ واپس کرنے کا ضامن ہوتا ہے، کھاتہ دار نقصان کا خطرہ قبول نہیں کرتے، جب کہ اسلامی بینک ایسی ضمانت نہیں لیتا اور کھاتہ دار نقصان کا خطرہ قبول کرتے ہیں۔

(ہ) مروجہ بینک ہر طرح کے کام کے لئے قرض فراہم کرتے ہیں، خواہ وہ کام انسانیت کے لئے نقصاندہ اور اخلاق کے لئے تباہ کن ہو، جب کہ اسلامک بینک خلافِ انسانیت اور خلافِ شرع کاموں میں سرمایہ کاری نہیں کرتے؛ اسی لئے شراب کی صنعت اور ہتھیار کی صنعت وغیرہ میں اسلامک بینک سرمایہ کاری نہیں کرسکتا۔

تمرینی سوالات

(۱) بینک بنیادی طور پر کیا کیا سہولتیں فراہم کرتا ہے اور ان کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کیا ہے؟

(الف) ....

(ب) ....

(ج) ....

(۲) شریعت اسلامی میں ان خدمات کو فراہم کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

(الف) ....

(ب) ....

(ج) ....

(۳) اسلامی بینکوں میں حسب ذیل کھاتہ داروں کی فقہی حیثیت کیا ہوگی؟

(الف) کرنٹ اکاؤنٹ۔

(ب) سیونگ اکاؤنٹ۔

(ج) فکسڈ پازٹ۔

(۴) مروجہ سودی بینکوں میں ان مختلف کھاتوں سے فائدہ اُٹھانے کا کیا حکم ہوگا؟

(۵) کن صورتوں میں سودی قرض حاصل کرنے کی گنجائش ہوگی؟

(۶) مروجہ بینک اور اسلامی بینک کے طریقۂ کار میں بنیادی فرق کیا ہے؟



دوسرا باب

تمہید

موجودہ زمانہ میں ابلاغ اور مواصلات کے ذرائع میں غیر معمولی ترقی کی وجہ سے تجارت کا دائرہ وسیع ہو گیا ہے، انسان دنیا کے ایک کونہ میں بیٹھ کر دوسرے کونہ سے تجارت کر سکتا ہے، ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کے سفر کا سلسلہ بڑھ گیا ہے اور اب مختلف مقاصد کے لئے بہ کثرت اسفار کئے جاتے ہیں، ایک ملک سے دوسرے ملک میں بسنے والے شخص کو رقم کی ادائے گی دشوار ہوتی ہے، خود اندرون ملک بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ کثیر رقم کا لے جانا حفاظت کے نقطۂ نظر سے دشوار ہوتا ہے — اس پس منظر میں بینکوں نے مختلف ایسے کارڈ (Card) جاری کئے ہیں، جن کے ذریعہ رقم ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ ہو، یہ کارڈ بنیادی طور پر کارڈ ہولڈر (Card Holder) کو جو سہولتیں فراہم کرتے ہیں، وہ یہ ہیں :

(الف) ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنے کی صورت میں مختلف ملکوں کی کرنسیاں لے جانی نہیں پڑتیں ؛ بلکہ ہر ملک میں اس ملک کی کرنسی حاصل کی جاسکتی ہے۔

(ب) کارڈ کے ذریعہ ہی انٹرنیٹ کے واسطہ سے خرید و فروخت کی جاسکتی ہے۔

(ج) چوں کہ اس کا پاس ورڈ (Password) کارڈ ہولڈر کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہوتا ؛ اس لئے چوری اور دھوکہ کا اس میں امکان نہیں رہتا۔

بینک سے جاری ہونے والے کارڈ

بینک سے مختلف کارڈ جاری ہوتے ہیں، ان کی حیثیت ایک معتبر دستاویز کی ہے، جو بینک کسی شخص یا ادارہ کو اس لئے دیتا ہے کہ وہ اس کے ذریعہ قیمت ادا کئے بغیر سامان خرید کرے، یا خدمات حاصل کرے، اور بینک اس کا معاوضہ ادا کرنے کا ضامن ہوتا ہے، یہ کارڈ اپنی خدمات اور سہولتوں کے اعتبار سے تین قسم کے ہوتے ہیں :

(الف) ڈیبٹ کارڈ (Debit Card/ بطاقة الخصم الفوری)

● بینک یہ کارڈ اسی شخص کو دیتا ہے، جس کا کھاتہ بینک میں موجود ہو۔

● جتنا بقایا اس کا بینک کے پاس ہو، زیادہ سے زیادہ اتنی ہی رقم نکالنے کی اس کو اجازت ہوتی ہے۔

● اس کارڈ کے ذریعہ نقد رقم نکالی جاسکتی ہے، سامان بھی خرید کیا جاسکتا ہے، خدمات — جیسے: ہوٹل میں رہائش، ہوائی جہاز میں سفر کی سہولت وغیرہ — کی اُجرت بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

● کارڈ ہولڈر جتنی رقم استعمال کرتا ہے، بینک اس کے اکاؤنٹ سے اس کو حاصل کرلیتا ہے۔

(ب) چارج کارڈ (بطاقة الائتمان الفوری/ Charge Card)

● اس کارڈ کا رواج بہت سے ملکوں اور خود ہندوستان میں نہیں ہے۔

● بینک یہ کارڈ بھی ایسے ہی شخص کو دیتا ہے، جس کا کھاتہ اس کے یہاں موجود ہو۔

● کارڈ ہولڈر کے لئے اس سے استفادہ میں یہ بات ضروری نہیں ہے کہ بینک میں اس کا بقایہ موجود ہو، اس کی رقم موجود نہ ہو، پھر بھی وہ کارڈ سے نفع اُٹھا سکتا ہے، یہ رقم اس کے ذمہ واجب الاداء رہے گی۔

● کارڈ ہولڈر اس کے ذریعہ نقد رقم بھی حاصل کرسکتا ہے، کوئی چیز خرید بھی سکتا ہے اور کسی خدمت کی اُجرت بھی ادا کرسکتا ہے۔

● اس کارڈ کے ذریعہ اُدھار سامان حاصل کیا جاسکتا ہے اور واجبات ادا کئے جاسکتے ہیں۔

● کارڈ ہولڈر ایک مقررہ مدت کے اندر پورا قرض ادا کردینے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

● وقت پر قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں بینک اس کی ممبری کو ختم کرسکتا ہے۔

● کارڈ ہولڈر اپنے سابقہ واجبات ادا کئے بغیر مزید اُدھار حاصل کرنے کے لئے اس کارڈ کی تجدید نہیں کراسکتا۔

● بینک اپنی طرف سے اس کا دین ادا کر دیتا ہے، پھر کارڈ ہولڈر سے یہ رقم وصول کر لیتا ہے۔

(ج) کریڈٹ کارڈ (بطاقة الائتمان المتجددة/Credit Card)

● بینک یہ کارڈ بھی ایسے ہی شخص کو دیتا ہے، جس کا اکاؤنٹ بینک میں موجود ہو۔

● کارڈ ہولڈر کی رقم اکاؤنٹ میں نہ ہو یا کم ہو، تب بھی وہ کارڈ سے استفادہ کر سکتا ہے، یہ رقم اس کے ذمہ دین ہوگی۔

● کارڈ ہولڈر اس کارڈ کی بنیاد پر نقد رقم بھی حاصل کر سکتا ہے، خریداری بھی کر سکتا ہے اور اُجرت ادا کر کے خدمات سے بھی استفادہ کر سکتا ہے۔

● اس کارڈ کے ذریعہ اُدھار رقم یا اشیاء یا خدمات بھی حاصل کی جا سکتی ہیں اور واجبات کی ادائیگی بھی کی جا سکتی ہے۔

● کارڈ ہولڈر مقررہ مدت کے اندر اصل رقم سے زائد حاصل کئے ہوئے قرض ادا کر دینے کا پابند نہیں ہوتا؛ بلکہ تاخیر کے ساتھ بھی ادا کر سکتا ہے؛ مگر اس صورت میں اس کو سود ادا کرنا پڑتا ہے۔

● مقررہ مدت ادائیگی کے دوران کارڈ ہولڈر نئی اُدھار داری (اُدھار خریداری، خدمات کا حصول یا بہ طور قرض نقد رقم کا حصول) نئی مدت میں ان کی ادائیگی کے وعدہ کے ساتھ کر سکتا ہے، جیسے اس نے ''دس ہزار ڈالر'' کارڈ کی بنا پر بہ طور قرض خرچ کئے، جسے پچاس دنوں کے اندر ادا کرنا ہے، ابھی یہ قرض ادا بھی نہیں ہوا ہے، مگر وہ آئندہ پچاس دنوں کے وعدہ پر مزید مثلاً پانچ ہزار ڈالر خرچ کرنا چاہے تو خرچ کر سکتا ہے۔

● بینک کارڈ ہولڈر کے واجبات ادا کر دے گا، پھر مقررہ مدت میں اس سے وصول کرے گا اور اگر مقررہ مدت میں اس نے ادا نہیں کیا تو ''سودی بینک'' اس سے سود وصول کریں گے۔

کارڈ کو منظم کرنے والی عالمی کمپنیاں

عالمی سطح پر مختلف کمپنیاں ہیں، جو مختلف نوعیت کے کارڈ جاری کرتی ہیں، اسلامی اور سودی

بینک ان کمپنیوں کے ساتھ معاہدات کرتے ہیں اور ترغیبات کی پیشکش بھی کرتے ہیں؛ کیوں کہ ان کے درمیان کافی مسابقت پائی جاتی ہے، اس سلسلہ میں تین کمپنیوں کو خصوصی شہرت اور مقبولیت حاصل ہے :

(الف) ویزا (visa)۔

(ب) ماسٹر کارڈ (Master Card)۔

(ج) امریکان اکسپریس (American Express)۔

کارڈ کے سلسلہ میں معاہدات کے فریق

اس طرح کارڈ کے اجراء اور اس سے استفادہ کے سلسلہ میں کل پانچ فریق ہوتے ہیں :

(۱) کارڈ ہولڈر۔

(۲) کارڈ جاری کرنے والا بینک۔

(۳) کارڈ جاری کرنے والی عالمی تنظیم، جیسے: ویزا، ماسٹر کارڈ۔

(۴) وہ تاجر یا خدمات مہیا کرنے والا ادارہ، جو معاملات میں کارڈ کو قبول کرتا ہے۔

(۵) کارڈ قبول کرنے والا شخص یا اداروں کا بینک۔

کارڈ کے سلسلہ میں مختلف فریقوں کا عمل

(الف) بینک اپنے کھاتہ دار کو ایک معاہدہ کے تحت ایک مقررہ مدت تک استفادہ کے لئے کارڈ جاری کرتا ہے۔

(ب) کارڈ ہولڈر تاجر سے اس کے ذریعہ خریداری کرتا ہے اور بل ادا کرتا ہے۔

(ج) تاجر کارڈ کے ذریعہ بیچی جانے والی اشیاء کا بل (Invoice) اپنے بینک میں جمع کرتا ہے۔

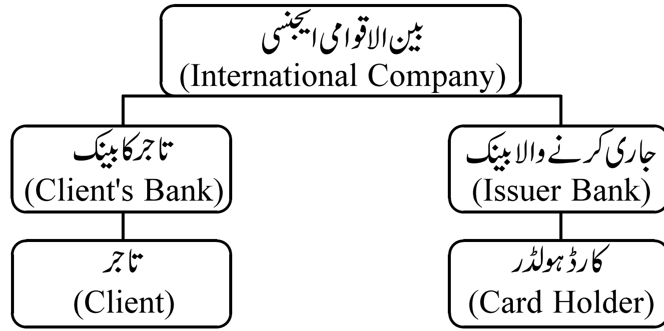
(د) تاجر کا بینک کارڈ جاری کرنے والے عالمی ادارہ کو بل بھیج کر اس سے درخواست کرتا ہے کہ وہ کارڈ ہولڈر کے بینک سے اسے یہ رقم ادا کرے۔

(ہ) اگر ایک ملک میں جاری ہونے والا کارڈ دوسرے ملک میں استعمال کیا جائے تو کارڈ جاری کرنے والا عالمی ادارہ کارڈ ہولڈر کے لئے کارڈ جاری کرنے والے بینک کو بل بھیج کر اس سے خرید کرنے کے وقت کرنسی کی جو قیمت رہی ہو، اس کے لحاظ سے رقم وصول کرتا ہے۔

(و) تاجر کے بینک کو عالمی کارڈ جاری کرنے والا ادارہ اس کے بھیجے ہوئے بل کی رقم ادا کرتا ہے۔

(ز) کارڈ ہولڈر کو جس بینک نے کارڈ جاری کیا تھا، وہ معاہدہ کے مطابق اس کے اکاؤنٹ سے اپنی رقم وصول کر لیتا ہے۔

کارڈ کے سلسلہ میں نقشۂ کار :



فقہی حیثیتیں (تکییف فقہی)

اس پورے معاملہ میں جو فقہی نوعتیں بنتی ہیں، وہ اس طرح ہیں :

(الف) قرض کی واپسی : ڈیبٹ کارڈ میں صرف یہی عمل ہوتا ہے کہ بینک کارڈ ہولڈر کو اس کا قرض واپس کرتا ہے۔

(ب) وکالۃ : کارڈ ہولڈر اپنے بینک کو وکیل بناتا ہے کہ وہ اس کی طرف سے خریدی ہوئی شئے کی قیمت یا حاصل کی جانے والی خدمت کی اُجرت یا حاصل کئے ہوئے نقد قرض کی ادائیگی کر دے، یا کارڈ جاری کرنے والے عالمی ادارہ سے اس کے مسئلہ میں رابطہ کرے، وغیرہ۔

(ج) کفالۃ : کارڈ جاری کرنے والا بینک تاجر کے بینک اور عالمی کارڈ کمپنی کے لئے کارڈ ہولڈر کی جانب سے ادائیگی کا ضامن بنتا ہے۔

(د) قرض : کارڈ ہولڈر را کاؤنٹ میں رقم نہ ہونے کے باوجود جو نقد رقم کارڈ کے ذریعہ حاصل کرتا ہے، وہ بینک کی طرف سے قرض ہے، اس طرح کارڈ کے ذریعہ اس نے جو اشیاء اُدھار خرید کیں، اس کی قیمت بینک کی طرف سے قرض ہے، نئے کارڈ کے ذریعہ کھاتہ دار جو خدمات حاصل کرتا ہے، اس کی اُجرت بینک اس کو بہ طور قرض دے رہا ہے۔

(ہ) صرف : بیرونِ ملک کارڈ سے استفادہ کرنے کی صورت میں کارڈ ہولڈر مقامی کرنسی میں تاجر وغیرہ سے معاملہ کرتا ہے، اس کو بینک ادا کرتا ہے اور عالمی کارڈ ادارہ ڈالر میں رقم وصول کرتا ہے، اس طرح یہ ایک کرنسی کی دوسری کرنسی سے خرید وفروخت ہوئی، جس کو ''بیع صرف'' کہتے ہیں۔

(و) مختلف صورتوں میں فیس اور اُجرت کے جائز ہونے اور نہ ہونے کی تفصیل اس طرح ہے :

فیس واُجرت کی نوعیت	ادا کرنے والا	اُجرت کی مقدار	حکم شرعی
● کارڈ جاری نے کی فیس۔	کارڈ ہولڈر	متعین رقم	بینک کے عمل وخدمت کی اُجرت
● فیس تجدید کارڈ۔	کارڈ ہولڈر	متعین رقم	بینک کے عمل وخدمت کی اُجرت
● کارڈ سے ہونے والا سودے کا کمیشن۔	تاجر	فیصد	ادائیگی کا وکیل بننے کی اُجرت
● کارڈ کے ذریعہ نقد ادائیگی کی اُجرت۔	کارڈ ہولڈر	متعین رقم رفیصد (۱)	مال کی منتقلی پر وکالت کی اُجرت
● کارڈ ہولڈر کی طرف سے قرض کی ادائیگی میں تاخیر پر جرمانہ۔	کارڈ ہولڈر	یومیہ فیصد	ربا میں شامل ہے؛ اس لئے جائز نہیں

اسلامی مالیات کے بعض فقہی اداروں نے اجازت دی ہے کہ ایسے شخص سے عہد لیا جائے کہ تاخیر کی صورت میں وہ ایک مقررہ تناسب کے مطابق رقم صدقہ کرے گا، پھر تاخیر کی صورت میں اس سے بہ طور صدقہ یہ رقم وصول کی جائے اور قرآن مجید اور مسجد کے علاوہ دوسرے کاموں میں شریعہ بورڈ کے واسطہ سے خرچ کی جائے۔

(۱) اکثر شریعہ بورڈ کا خیال ہے کہ اس اُجرت کا متعین رقم میں ہونا ضروری ہے، اگر یہ اُجرت فیصد میں طے کی جائے تو ''سود'' کا اندیشہ ہے۔

تمرینی سوالات

(۱) بینک سے .... قسم کے کارڈ جاری ہوتے ہیں۔

(۲) بینک سے جاری ہونے والے کارڈ بنیادی طور پر گاہکوں کو کیا کیا سہولتیں فراہم کرتے ہیں؟

(الف) ....

(ب) ....

(۱) ڈیبٹ کارڈ سے کیا سہولتیں حاصل ہو سکتی ہیں؟

(الف) ....

(ب) ....

(۲) کریڈٹ کارڈ سے کیا آسانیاں فراہم ہوتی ہیں؟

(الف) ....

(ب) ....

(ج) ....

(د) ....

(ہ) ....

(٦) کریڈٹ کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ میں کیا فرق ہے؟

(۷) چارج کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ میں کیا فرق ہوتا ہے؟

(۸) کارڈ کو منظم کرنے والی تین مشہور کمپنیوں کے نام لکھیں۔

(۹) کارڈ کے سلسلہ میں کتنے فریق ہوتے ہیں؟ اور ہر فریق کا کیا عمل ہوتا ہے؟

(الف) ....

(ب) ....

(ج) ....

(د) ....

(ہ) ....

(۱۰) کارڈ کی مختلف خدمات فقہی اعتبار سے کس دائرہ میں آتی ہیں اور ان کا کیا حکم ہے؟



تیسرا باب

اوراقِ تجاریہ (Commercial Papers)

تمہید

''اوراقِ تجاریہ'' (Commercial Papers) سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں :

(الف) یہ اُدھار معاملہ کو ممکن بناتے ہیں۔

(ب) نقد رقم کے استعمال کی ضرورت کم ہو جاتی ہے۔

(ج) چوری اور مال کے ضائع ہو جانے کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔

(د) مدیون کو ادائیگی میں مہلت مل جاتی ہے۔

اوراقِ تجاریہ (Commercial Papers) کی قسمیں

(۱) کمبیالہ: (Bill of Exchange)

یہ وہ دستاویز ہے، جس کا لکھنے والا (دائن) دوسرے شخص (مدیون) کو مستفید کی طرف سے مقررہ تاریخ پر مقررہ رقم ادا کرنے کا حکم دیتا ہے، — اس کی حیثیت ''عقد حوالہ'' کی ہے، جس کے تین فریق ہیں :

فریق اول : ''بل آف ایکسچینج'' جاری کرنے والا، یہ ''محیل'' (Debtor) ہے، جو دوسرے کو متعین تاریخ پر متعینہ رقم ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔

فریق دوم : جس کو رقم کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے، وہ ''محال'' (Creditor) ہے، جو رقم کی ادائیگی اپنے ذمہ لیتا ہے۔

فریق سوم : اس سے استفادہ کرنے والا، یہ ''محال علیہ'' (Transferee) ہے، یعنی ''بل آف ایکسچینج'' کا حامل جو اس سے استفادہ کرتا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود بل آف ایکسچینج جاری کرنے والا ہی ''مستفید'' بھی ہوتا ہے، جیسے یہ دستاویز جاری کرنے والا خود اپنے کھاتہ دار کے قرض کی ادائیگی کے لئے حکم دے۔

(۲) سند: پرامیسری نوٹ (Promissory Note)

یہ ایک دستاویز ہے، جس میں کسی متعین شخص کے لئے مقررہ تاریخ پر متعینہ رقم کی ادائیگی کی ذمہ داری لی جاتی ہے، اس میں دو فریق ہوتے ہیں :

فریق اول (دائن): حامل سند، جو رقم کا حقدار ہے۔

فریق دوم (مدیون): جس نے مقررہ تاریخ میں رقم ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہے۔

''کمبیالہ'' (Bill of Exchange) اور ''سند'' (Promessory Note) دونوں صورتوں میں دین کا 'حوالہ' ہوتا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ پہلی صورت میں تین فریق ہوتے ہیں اور دوسری صورت میں دو ہی فریق، بعض دفعہ ''کمبیالہ'' میں بھی دو ہی فریق ہوتے ہیں، اس لئے بعض حضرات کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۳) چیک (Cheque)

ایسا دستاویز ہے، جس کا جاری کرنے والا اپنے بینک کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس دستاویز کے حامل کو مقررہ رقم ادا کردے، —اس میں تین فریق ہوتے ہیں :

فریق اول : چیک جاری کرنے والا شخص (Cheque Issuer)۔

فریق دوم : جس کے لئے چیک جاری کیا گیا ہے (Payee)۔

فریق سوم : بینک (Bank)۔

چیک اور ''کمبیالہ'' میں دو فرق ہیں :

اول : چیک کی ادائیگی بینک پر عندالاطلاع ضروری ہوتی ہے، سوائے اس کے کہ چیک جاری کرنے میں آگے کی تاریخ دی گئی ہو، کمبیالہ کی ادائیگی اس کے مقررہ وقت پر ہوتی ہے۔

دوم : چیک کے ذریعہ دین ادا کیا جاسکتا ہے، کمبیالہ میں ادائیگی دین کی ضمانت لی جاتی ہے۔

سوم : چیک جاری کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جاری کرنے والے کی رقم کھاتہ میں موجود ہو، کمبیالہ جاری کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں۔

اوراقِ تجاریہ کے احکام

''اوراقِ تجاریہ'' کی شکل بنیادی طور پر اُجرت کی ادائے گی کے ساتھ وکالت (وکالۃ بالاجرۃ) کی ہے، جس میں ایک شخص بینک کو وکیل بناتا ہے کہ وہ اس کی طرف سے واجبات ادا کردے اور وہ بینک کو اس کی اُجرت ادا کرے گا۔

ان سے متعلق چار احکام اہم ہیں :

(۱) پہلی دوصورتیں — بل آف ایکسچینج اور پرامیسری نوٹ — پر قبضہ اصل رقم پر قبضہ کے حکم میں نہیں ہے؛ اس لئے ان کے ذریعہ کرنسی کی خرید و فروخت نہیں ہوسکتی؛ کیوں کہ یہ بیع صرف ہے اور 'بیع صرف' میں دونوں طرف سے نقد ہونا ضروری ہے، اسی طرح اس کو 'بیع سلم' میں رأس المال یعنی قیمت کے طور پر ادا کرنا درست نہیں؛ کیوں کہ بیع سلم میں رأس المال کا نقد ہونا ضروری ہے، ورنہ ثمن اور مبیع دونوں اُدھار ہوجائیں گے اور شریعت میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

(۲) کیا چیک پر قبضہ اس میں مذکور رقم پر حکما قبضہ سمجھا جائے گا، یعنی کیا نقد اور چیک کا یا سونا اور چیک کا ایک دوسرے سے تبادلہ ہوسکتا ہے، جب کہ شرعاً یہ بیع صرف ہے اور بیع صرف میں مجلس کے اندر ہی دونوں طرف سے عوض پر قبضہ ضروری ہے؟ — اس سلسلہ میں موجودہ دور کے علماء کی رائے یہ ہے کہ چیک پر قبضہ اصل رقم پر قبضہ تصور کیا جائے گا، بشرطیکہ :

- یہ بینک کا چیک ہو اور عندالطلب ادائیگی کا وعدہ ہو (Cheque Issued by bank)۔
- بینک کا تصدیق کردہ چیک ہو اور عندالطلب ادائیگی کا وعدہ ہو (Certified Cheque)۔
- جو مصدقہ چیک کے حکم میں ہو، مثلاً: ایک بینک دوسرے بینک کو یا ایک بینک اپنی ہی برانچ کو چیک بھیجے۔

اگر بینک کا چیک نہ ہو اور تصدیق شدہ بھی نہ ہو تو اس پر قبضہ، رقم پر قبضہ کے حکم میں نہیں ہوگا؛ کیوں کہ بعض اوقات چیک جاری کردیئے جاتے ہیں؛ حالاں کہ اس کے کھاتہ میں رقم موجود نہیں ہوتی۔

(۳) کیا ان رقمی دستاویزات کی کم قیمت میں خرید وفروخت جائز ہے، یعنی دستاویز پر مذکور رقم مثلاً دو ماہ کے بعد قابل ادائیگی ہے اور حامل دستاویز کو فوری طور پر رقم کی ضرورت ہے، تو کیا وہ اس کو کم قیمت میں فروخت کرسکتا ہے؛ تا کہ اسے جلد رقم حاصل ہوجائے اور دوسرے فریق کو نفع ہوجائے؟ — اس سلسلہ میں علماء کا اتفاق ہے کہ اس طرح نہ خریدنا جائز ہے اور نہ بیچنا؛ کیوں کہ یہ قرض پر سود حاصل کرنا ہے، حامل چیک گویا قرض لے رہا ہے اور ڈسکاؤنٹ کی رقم بہ طور سود کے ادا کر رہا ہے۔

(۴) احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ان کو رہن رکھنا جائز نہیں؛ کیوں کہ یہ دَین ہے اور دَین کو رہن نہیں رکھا جاسکتا؛ اس لئے کہ انسان اس کو سپرد کرنے پر قادر نہیں ہوتا؛ لیکن مالکیہ اور ایک قول کے مطابق شوافع کے نزدیک جائز ہے؛ اس لئے کہ ان کے نزدیک جس چیز کی بیع جائز ہے، اس کو رہن رکھنا بھی جائز ہے: ''ما جاز بيعه جاز رهنه''۔

لیٹر آف گارنٹی (خطاب الضمان / Letter of guarantee)

''ضمان'' کے معنی گارنٹی (Guaratee) کے ہیں، یعنی کسی حق یا نقصان کے عوض کی ذمہ داری قبول کرنا۔

خطاب الضمان (لیٹر آف گارنٹی) بینک کی جانب سے جاری ہونے والے 'تحریری عہدنامہ' کو کہتے ہیں، جو کلائنٹ (Client) کی خواہش پر وہ لیٹر سے مستفید ہونے والے کے لئے جاری کرتا ہے، کہ بینک اس کے طلب کرنے پر مقررہ مدت کے اندر متعینہ رقم ادا کردے گا۔

لیٹر آف گارنٹی میں تین فریق ہوتے ہیں :

(۱) کسٹمر: جس نے لیٹر جاری کرنے کی گزارش کی تھی، وہ ''مکفول'' ہے۔

(۲) مستفید: جس کے مفاد کے لئے لیٹر جاری کیا گیا، وہ ''مکفول لہٗ'' ہے۔

(۳) بینک: جس نے مقررہ مدت کے اندر متعین رقم ادا کرنے کی ذمہ داری لی ہے، وہ ''کفیل'' ہے۔

مقاصد

بنیادی طور پر لیٹر آف گارنٹی دو مقاصد کے لئے جاری کئے جاتے ہیں :

(الف) کسی پراجکٹ کو حاصل کرنے اور اسے روبہ عمل لانے میں تعاون کے لئے۔
(ب) افراد واشخاص یا کمپنیوں کے بعض مصالح کو پورا کرنے کے لئے۔
پراجکٹ کے حصول اور عمل آوری کے لئے تین طرح کے لیٹر آف گارنٹی دیئے جاتے ہیں :
(الف) ابتدائی : یعنی کسی پروجکٹ کو حاصل کرنے کے لئے اور بولی میں شریک ہونے کے لئے ابتداءً جو رقم مطلوب ہوتی ہے، اس کی ضمانت کے لئے، جو عام طور پر مجموعی لاگت کے دس فیصد سے زیادہ نہیں ہوتی، جس کو عرف میں ''بیعانہ'' کہتے ہیں۔
(ب) انتہائی: یعنی پراجکٹ حاصل کرنے کے بعد اس کو نافذ کرنے کے لئے گارنٹی۔
(ج) ڈیولپمنٹ معاہدہ (عقد مقاولہ) کو روبہ عمل لانے کے لئے پہلی قسط یا آئندہ قسطوں کی ضمانت۔

قسمیں

شخصی مصالح یا کمپنی کے مصالح کے لئے دی جانے والی ضمانتیں مقاصد کے اعتبار سے مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں، جیسے: ایکسپورٹ خدمات کے لئے، امپورٹ خدمات کے لئے، اور ضروریات کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے۔
''لیٹر آف گارنٹی'' کلی یا جزوی ضمانت قبول کرنے کے اعتبار سے دو طرح کا ہوتا ہے :
(۱) جو کسٹمر کی جانب سے مطلوبہ پوری شئے کی گارنٹی لیتا ہو۔
(۲) جو امر مطلوب کی جزوی گارنٹی قبول کرتا ہو، پورے کی نہیں۔
مطلق اور مشروط ہونے کے اعتبار سے بھی اس کی دو قسمیں ہیں :
(۱) جس میں اصل مدیون کے ادائیگی سے عاجز ہوجانے یا قصداً ادائیگی میں کوتاہی برتنے کی شرط نہ ہو ــــ اس صورت میں جس کے مفاد کے لئے لیٹر آف گارنٹی جاری ہوا ہے، وہ ان شرائط سے آزاد رہ کر بینک سے اپنا دَین وصول کرسکتا ہے۔
(۲) جس میں اس کے عاجز ہوجانے یا کوتاہی برتنے کی شرط ہے، اس صورت میں جب تک وہ شخص اصل مدیون کے دین کی ادائیگی سے عاجز ہونے یا کوتاہی برتنے کو ثابت نہ کردے، بینک رقم ادا نہیں کرے گا۔

فقہی احکام

(۱) لیٹر آف گارنٹی کی حیثیت کفالت کی ہے؛ لہٰذا :

(الف) لیٹر جاری کرنے والا بینک 'کفیل' ہے۔

(ب) جس کسٹمر کی طرف سے اس نے ذمہ داری قبول کی ہے، وہ ''مکفول'' ہے۔

(ج) جس شخص یا ادارہ کے لئے ذمہ داری قبول کی گئی ہے، وہ ''مکفول لہٗ'' ہے۔

(د) جس رقم کی ذمہ داری لی گئی ہے، وہ ''مکفول بہٖ'' ہے۔

(۲) لیٹر آف گارنٹی کے اجراء کی اُجرت حاصل کرنا جائز نہیں؛ اس لئے کہ :

● یہ جاری کرنے والے کی طرف سے قرض کی ادائیگی کا وعدہ ہے؛ لہٰذا ''اُجرت'' قرض پر نفع حاصل کرنا قرار پائے گا اور قرض پر نفع حاصل کرنا ''ربوا'' میں داخل ہے ''**کل قرض جر نفعاً فهو ربا**''۔

● کفالہ شرعاً عقد تبرع ہے اور اس کی بنیاد احسان پر ہے، یہ ''عقد معاوضہ'' نہیں ہے۔

یہی اس عہد کے جمہور فقہاء کا نقطۂ نظر ہے — دوسری رائے یہ ہے کہ بینک پورے دین کی ذمہ داری لیتا ہے، تو اس میں اس کی حیثیت وکیل کی ہے اور وہ بہ حیثیت وکیل مدیون کی طرف سے رقم ادا کرتا ہے اور وکالت کی اُجرت لی جاسکتی ہے؛ لہٰذا اس صورت میں اُجرت لینا درست ہوگا؛ لیکن یہ رائے درست نظر نہیں آتی؛ اگرچہ کہ اس میں کفیل کے رقم ادا کرنے کی صورت میں بہ ظاہر وکالت کی مشابہت پائی جاتی ہے؛ لیکن حقیقت یہ ہے ''کفالہ'' ایک مستقل عقد ہے اور اس کا مستقل حکم ہے۔

(۳) لیٹر آف گارنٹی جاری کرنے اور اس کے مطابق کارروائی انجام دینے کے سلسلہ میں سروس چارج (اُجرت الخدمت) لینا جائز ہے، جو ایسے کاموں کی مروجہ اُجرت (اُجرۃ المثل) سے زیادہ نہ ہو۔



لیٹر آف کریڈٹ

(الاعتماد المستندی/Letter of Credit)

بین ملکی تجارت میں درآمد کرنے والا فریق (Importer) برآمد کرنے والے فریق (Exporter) کے حق میں بینک سے ادائیگی کی ضمانت حاصل کرتا ہے، اسی تحریر کو ''لیٹر آف کریڈٹ'' Letter of Credit کہتے ہیں۔

لیٹر آف کریڈٹ میں کم سے کم تین اور زیادہ سے زیادہ چار فریق ہوتے ہیں :

(الف) درآمد کنندہ (Importer)، جو دوسرے ملک سے مال منگواتا ہے۔

(ب) بینک، جس نے لیٹر آف کریڈٹ جاری کیا ہے اور ادائیگی کی ذمہ داری قبول کی ہے۔

(ج) مستفید، یعنی برآمد کرنے والا فریق (Exporter)، جس کے مفاد کے تحفظ کے لئے لیٹر جاری کیا گیا ہے۔

(د) بعض دفعہ بینک براہِ راست برآمد کنندہ سے معاملہ کرنے کی بجائے اس کے بینک کے ذریعہ واجبات کو ادا کرتا ہے اور کاغذی دستاویزات کو حاصل کرتا ہے، جس میں اس بینک کا کھاتہ موجود ہوتا ہے، اس طرح یہ اس معاملہ کا چوتھا فریق قرار پائے گا — اگر لیٹر آف کریڈٹ جاری کرنے والے بینک کی اپنی برانچ برآمد کنندہ کے ملک میں موجود ہو تو اس چوتھے فریق کی ضرورت نہیں پڑتی۔

مختلف قسمیں

مختلف حیثیتوں سے لیٹر آف کریڈٹ کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں :

- کریڈٹ برائے امپورٹ (Letter of credit for Import): جس میں اندرونِ ملک درآمد کرنے والا شخص بیرونِ ملک کے دوسرے فریق کے لئے لیٹر حاصل کرتا ہے۔

● کریڈٹ برائے ایکسپورٹ (Letter of credit for export): جس کو بیرونِ ملک کا ایکسپورٹر اپنے مفاد اور امپورٹر کی طرف سے ادائیگی کو یقینی بنانے کے لئے حاصل کرتا ہے۔

● مبنی بر انفارمیشن (الاعتماد المستندی بالاطلاع / Confirmed Letter of Credit) جس میں بینک وعدہ کی ہوئی رقم صرف دستاویزات کو وصول کر کے ادا کر دیتا ہے۔

● مبنی بر قبول (الاعتماد المستندی بالقبول / Sight Letter of Credit) جس میں دستاویزات کے امپورٹر تک پہنچ جانے اور اس کے قبول کرنے کے بعد بینک مطلوبہ رقم ادا کرتا ہے۔

● اعتماد قطعی (Confirmed Irrevocable Credit) اس میں بینک پر اپنے عہد کو پورا کرنا لازم ہوتا ہے اور وہ ذمہ داری کے سلسلے میں اپنے معاہدہ سے دست بردار نہیں ہوسکتا۔

● اعتماد قابل للالغاء (قابل تنسیخ معاہدۂ ادائیگی / Revocable Letter of Credit) جس میں بینک کے لئے کسی ذمہ داری کے بغیر اس ذمہ داری سے رُجوع کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔

فقہی احکام

(۱) لیٹر آف کریڈٹ میں جس رقم کی ضمانت لی گئی ہے، اگر وہ پوری رقم لیٹر جاری کرانے والے شخص یعنی امپورٹر خود بینک کو ادا کرتا ہے تو اس صورت میں بینک کی حیثیت وکیل کی ہے اور اس لئے بینک اُجرتِ وکالت وصول کرسکتا ہے۔

(۲) اگر یہ پوری رقم یا اس کا کچھ حصہ خود بینک ادا کرتا ہے تو یہ سمجھا جائے گا کہ مطلوبہ شئے کے جتنے حصہ کی قیمت بینک نے ادا کی ہے، اس کا مالک بینک ہے، بینک اسے درآمد کنندہ کو نفع لے کر فروخت کرسکتا ہے؛ بہ شرطیکہ وہ اپنے حصہ کے لحاظ سے اس شئے کے خطرہ (Ownership Risk) کو قبول کرے؛ کیوں کہ جو مالک ہو، نقصان اسی کے ذمہ ہوتا ہے، فقہی اعتبار سے یہ صورت ''مرابحہ'' کی ہوگی۔

تمرینی سوالات

(۱) اوراقِ تجاریہ (کمرشیل پیپرس) کیا کیا ہیں اور ان کو جاری کرنے کے کیا فائدے ہیں؟

(۲) بل ایکسچینج کا کیا کام ہوتا ہے اور اس کے کتنے فریق ہوتے ہیں؟

(۳) پرامیسری نوٹ کے کتنے فریق ہوتے ہیں اور ان کے کیا کام ہیں؟

(۴) چیک، بل آف ایکسچینج اور پرامیسری نوٹ میں کیا فرق ہے؟

(۵) کیا ان اوراق پر قبضہ اصل رقم پر قبضہ کے حکم میں ہوگا؟

(۶) کیا ان کو اصل قیمت سے کم میں خریدنا یا بیچنا جائز ہوگا؟

(۷) کیا ان کو رہن رکھنا درست ہوگا؟

(۸) لیٹر آف گارنٹی سے کیا مراد ہے؟ اس کے بنیادی مقاصد کیا ہیں اور اس میں کتنے فریق ہوتے ہیں؟

(۹) مختلف پہلوؤں سے اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۱۰) اس سے متعلق شرعی احکام کیا کیا ہیں؟

(۱۱) لیٹر آف کریڈٹ کسے کہتے ہیں اور اس کے کتنے فریق ہوتے ہیں؟

(۱۲) لیٹر آف کریڈٹ کی مختلف قسموں پر روشنی ڈالیں۔

(۱۳) اس سے متعلق فقہی احکام کیا کیا ہیں؟

(۱۴) لیٹر آف کریڈٹ میں کتنے اور کون کون فریق ہوتے ہیں؟

(۱۵) لیٹر آف کریڈٹ کی کیا کیا قسمیں ہیں؟

(۱۶) لیٹر آف کریڈٹ کے کیا احکام ہیں؟



چوتھا باب

اسلامی بینکوں کے سرمایہ کاری کا طریقہ

مروجہ بینکوں میں نفع حاصل کرنے کا بنیادی ذریعہ سود ہے، یعنی بینک اپنے مقروضوں سے سود وصول کرتا ہے اور اپنے قرض دہندگان کو اسی سود کا کچھ حصہ بطور سود کے ادا کرتا ہے، وہ براہ راست تجارت و کاروبار نہیں کرسکتا، اسلامی بینک بھی اپنے کھاتہ داروں کو منافع دیتے ہیں؛ لیکن اس کی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ بینک جائز طریقے پر سرمایہ کاری کرتا ہے اور جو نفع حاصل ہوتا ہے، اس میں اپنے کھاتہ داروں کو شریک کرتا ہے، نیز یہ شرکت نفع ونقصان کی بنیاد پر ہوتی ہے، یعنی اگر انھیں نفع حاصل ہوا تو نفع دیا جائے گا اور جتنا نفع حاصل ہوا، اسی تناسب سے دیا جائے گا، اسی طرح کھاتہ دار نقصان ہونے کی صورت میں نقصان میں بھی شریک رہیں گے؛ بلکہ بعض صورتوں میں پورا مالی نقصان کھاتہ داروں کو برداشت کرنا ہوگا؛ اس لئے اسلامی بینکوں کے لئے سرمایہ کاری کی بڑی اہمیت ہے۔

اسلامی بینک سرمایہ کاری کے جو طریقے اختیار کرتے ہیں، وہ یہ ہیں :

(۱) مضاربت۔　　(۲) شرکت۔

(۳) اجارہ۔　　(۴) مرابحہ۔

(۵) سلم۔　　(۶) استصناع۔



مضاربت

کوئی بھی مال اس وقت نفع آور بنتا ہے، جب اس کے ساتھ کسی نہ کسی صورت میں انسان کی محنت شامل ہوجائے اور ہوتا یہ ہے کہ بعض لوگوں کے پاس سرمایہ ہوتا ہے؛ لیکن تجارت اور کاروبار کی صلاحیت نہیں ہوتی اور بعض لوگوں کے پاس تجربہ اور صلاحیت ہوتی ہے؛ لیکن سرمایہ نہیں ہوتا، اگر یہ دونوں چیزیں یکجا ہوجائیں تو اس سے سرمایہ کار کو بھی فائدہ ہوگا اور محنت کار کو بھی، کہ ان دونوں کو نفع حاصل ہوگا اور سماج کو بھی اس سے فوائد حاصل ہوں گے، جیسے لوگوں کو روزگار حاصل ہوگا، لوگوں کے لئے اشیاءِ ضرورت کا حاصل کرنا آسان ہوگا وغیرہ، اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے شریعت میں ''عقد مضاربت'' رکھی گئی ہے۔

ثبوت

''مضاربت'' کے درست ہونے کی دلیل یہ ہے کہ :

● حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا مال مضاربت پر دیا اور شرط لگادی کہ مضارب اس مال کو لے کر سمندر میں یا کسی وادی میں نہیں جائے گا اور نہ اس سے کوئی جانور خرید کرے گا ''ان لا یسلک به بحراً... الخ''(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا۔(۲)

● حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبیداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بیت المال کا مال بطورِ مضاربت کے دیا اور اس پر بیت المال کے لئے نفع حاصل کیا۔

● مضاربت کا رواج اسلام سے پہلے بھی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے بھی اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال میں مضاربت فرمائی۔

---

(۱) دار قطنی، کتاب البیوع، حدیث نمبر: ۲۹۰۔ (۲) نصب الرایہ: ۴/۱۱۴۔

● اسلام کے آنے کے بعد بھی ابتدائی دور سے ہی اس کا تعامل رہا اور آج تک قائم ہے، نیز تمام فقہاء اس کے جائز ہونے پر متفق ہیں؛ اس لئے گویا اس کے جائز ہونے پر اُمت کا اجماع اور اتفاق ہو چکا ہے۔

تعریف اور قسمیں

مضاربت ایسے عقد کو کہتے ہیں جس میں ایک شخص کی طرف سے سرمایہ ہو، دوسرے شخص کی طرف سے محنت ہو اور جو نفع حاصل ہو، وہ دونوں میں متعینہ تناسب کے مطابق تقسیم ہو جائے۔

بنیادی طور پر مضاربت کی دو قسمیں ہیں: مضاربت مطلقہ (Unrestricted Mudarabah) یعنی وقت، مقام یا کسی اور تحدید کے بغیر رب المال اور مضارب کے درمیان معاملہ طے پائے، دوسرے: مضاربت مقیدہ (Restricted Mudarabah)، مضاربت مقیدہ یہ ہے کہ معاملہ طے کرتے ہوئے وقت کی قید لگائی جائے کہ مثلاً مضاربت کا یہ سلسلہ ایک مہینہ کے لئے ہوگا، یا جگہ کی قید لگائی جائے کہ مثلاً مضارب کو فلاں شہر میں ہی تجارت کرنی ہوگی، یا سامان تجارت کی قید لگائی جائے کہ مضارب کو فلاں خاص سامان ہی کی تجارت کرنی ہوگی۔

بنیادی شرط

مضاربت کے درست ہونے کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ عقد کے وقت ہی فریقین کے درمیان یہ بات طے ہو جائے کہ جو نفع حاصل ہوگا اس میں کس کے لئے کیا تناسب ہوگا؟

مضاربت کے احکام میں سے یہ ہے کہ :

● اگر نقصان ہوا تو اگر پہلے نفع حاصل ہوا تھا اور مدت مضاربت پوری ہونے سے پہلے علی الحساب اس کی تقسیم ہو چکی تھی تو پہلے حاصل شدہ نفع میں سے اس کی بھرپائی کی جائے گی، پھر اصل سرمایہ سے، یعنی سرمایہ کار (رب المال) اپنے سرمایہ کا اور محنت کار (مضارب) اپنی محنت کا نقصان برداشت کرے گا۔

● یہ بھی ضروری ہے کہ سرمایہ نقود کی شکل میں ہو نہ کہ ٹھوس اثاثہ کی شکل میں۔

مضاربت موازیہ

اسلامک بینک مضاربت کے دو طریقے استعمال کر سکتے ہیں :

(الف) مضاربت کی عمومی صورت —— یعنی وہ کھاتے داروں کے سرمایہ سے تجارت اور کاروبار کرے اور نفع میں دونوں کی شرکت ہو۔

(ب) مضاربت موازیہ —— یعنی بینک سرمایہ کاروں سے بحیثیت مضارب سرمایہ حاصل کرے اور وہ خود افراد یا کمپنیوں کو یہ جمع شدہ سرمایہ مضاربت پر دے، اس دوسری مضاربت میں اس کی حیثیت رب المال (سرمایہ کار) کی ہوگی اور فرد یا کمپنی کی حیثیت مضارب کی ہوگی، بینک بحیثیت مضارب اپنے رب المال کے نفع کا تناسب کم رکھے گا اور مضارب کا زیادہ، اور دوسرے عقد میں بحیثیت رب المال اپنا نفع زیادہ رکھے گا اور مضارب کا کم، ان دونوں کے درمیان جو فرق ہوگا، وہ بینک کا نفع ہوگا۔

مشترکہ مضاربت

بینک جو مضاربت کرتا ہے، اس میں دو باتیں مضاربت کی عام سادہ صورتوں سے مختلف ہوتی ہیں، ایک یہ کہ اس میں کسی ایک رب المال کا سرمایہ نہیں ہوتا؛ بلکہ مختلف لوگوں کا مشترک سرمایہ ہوتا ہے، اس لئے آج کل اسے ''مضاربت مشترکہ'' بھی کہتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ مضاربت کی جو شرائط ہیں، وہ سب اس صورت میں بھی پائی جاتی ہیں، فرق صرف اس قدر ہے کہ اس میں دو کے بجائے تین فریق ہوتے ہیں :

(۱) رب المال	(۲) بینک	(۳) مضارب

بینک کی حیثیت فریق اول کے مقابلہ مضارب کی ہے، اور تیسرے فریق کے مقابلہ رب المال کی اور اس میں قباحت نہیں، اگرچہ مختلف رب المال کا مال بینک کے پاس مخلوط ہوجاتا ہے؛ لیکن حساب کے ذریعہ ہر رب المال کو اس کے مال کے لحاظ سے مقررہ تناسب

کے مطابق نفع مل جاتا ہے اور فقہاءِ حنفیہ کے نزدیک شرکاء کی اجازت سے ان کے مال کو دوسروں کے مال کے ساتھ ملایا جاسکتا ہے۔

مضاربت میں استمرار

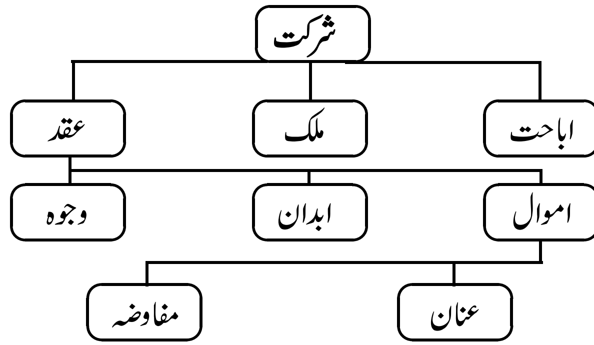
دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بینک میں مضاربت کی ایک استمراری صورت ہوتی ہے، جس میں مختلف سرمایہ کار مختصر یا طویل مدت کے لئے شامل ہوتے اور نکلتے رہتے ہیں، مضاربت کے سادہ طریقہ میں مقررہ مدت میں مضاربت ختم ہوجاتی ہے، ٹھوس اثاثہ نقد کی شکل میں تبدیل ہوجاتا ہے اور حساب کرکے لوگوں کو نفع دے دیا جاتا ہے؛ لیکن اس میں کاروبار کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور اس کے ختم ہونے سے پہلے ہی بعض سرمایہ کار معاملہ سے باہر نکل جاتے ہیں، اس سلسلہ میں موجودہ دور کے اہل علم کی رائے یہ ہے کہ ہر سال کا حساب کرکے اس سال کے نفع کی مقدار نکالی جائے، اس کے لئے ٹھوس اثاثہ کی قیمت لگائی جائے اور جو شخص جتنی مدت اس میں شامل رہا ہو، اتنے دنوں کے حساب سے اس کو نفع دے دیا جائے، اس کو ''تنضیض تقدیری'' کہتے ہیں، یعنی ٹھوس سرمایہ اگرچہ نقود کی شکل میں تبدیل نہیں ہوا؛ لیکن قیمت لگانے کو حکماً نقود کی شکل میں تبدیلی تصور کرلیا جائے۔

بہرحال مضاربت کے سلسلہ میں یہ بات ضروری ہے کہ بینک رب المال کی نسبت سے یا تیسرا فریق بینک کی نسبت سے اصل سرمایہ کے باقی رہنے کی ذمہ داری قبول نہ کرے؛ کیوں کہ اگر اصل سرمایہ کے نقصان سے محفوظ رہنے کی ضمانت لے لی جائے تو پھر سرمایہ کی حیثیت مالِ مضاربت کی بجائے قرض کی ہوجائے گی اور اس پر نفع حاصل کرنا سود ہوجائے گا۔



شرکت (Partnership)

شرکت کے معنی کسی عمل یا شئے میں دو یا اس سے زیادہ افراد کے شریک ہونے کے ہیں، فقہی اعتبار سے شرکت کی متعدد قسمیں ہیں اور پھر بعض قسموں کی ذیلی قسمیں بھی ہیں، ان اقسام کو درج ذیل نقشے میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے :



شرکت کی قسمیں

شرکت کی ان مختلف قسموں کی تعریفیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں ؛ البتہ ضروری احکام صرف ان قسموں سے متعلق ذکر کئے جائیں گے، جن کا اسلامی مالیاتی اداروں میں استعمال کیا جاتا ہے :

- **شرکت اباحت :** جو اشیاء عوامی املاک ہیں اور سبھوں کو ان سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت ہے؛ لیکن جب کوئی شخص اسے کسی چیز میں محفوظ کر لے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے، ایسی مباحات میں عوام الناس کی شرکت کو 'شرکت اباحت' کہتے ہیں، جیسے: تالاب کا پانی۔
- **شرکتِ ملک :** کوئی چیز دو یا اس سے زیادہ افراد کی مشترکہ ملکیت ہو تو یہ شرکتِ مِلک ہے، جیسے: میراث یا وصیت یا ہبہ یا بیع کے ذریعہ مشترکہ طور پر کوئی چیز حاصل ہو۔

● **شرکتِ عقد :** کسی معاہدہ کے تحت اصل سرمایہ اور نفع ونقصان میں شریک ہونے کا معاملہ طے پایا ہو، یہ ''شرکت عقد'' ہے، اس کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں :

(الف) شرکتِ ابدان : کسی ہنر سے واقف چند افراد مل کر معاہدہ کریں کہ ہم مل کر کام کریں گے اور جو نفع ہوگا، باہمی معاہدہ کے مطابق تقسیم کرلیں گے، اس کو ''شرکت عقد فی الاعمال'' بھی کہتے ہیں۔

(ب) شرکتِ وجوہ : دو یا دو سے زیادہ افراد مال یا مہارت و ہنر میں شرکت کے بغیر معاہدہ کریں کہ ایک دوسرے کی وجاہت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے وہ مارکٹ سے اُدھار چیزیں خرید کریں گے، پھر نقد فروخت کریں گے اور جس کو جو نفع حاصل ہوگا، وہ اس کا مالک ہوگا۔

(ج) شرکتِ اموال : ایک سے زیادہ افراد سرمایہ لگائیں، اس میں تجارت کریں اور نفع آپس میں مقررہ تناسب کے مطابق تقسیم کرلیں، یہ ''شرکت عقد فی الاموال'' ہے۔

شرکت اموال کی دو صورتیں ہیں :

(۱) شرکتِ مفاوضہ : شرکت عقد کی وہ صورت ہے، جس میں تمام شرکاء کا سرمایہ مساوی ہوتا ہے، نفع ونقصان بھی مساوی ہوتا ہے، تصرف کا حق بھی یکساں طور پر سب کو حاصل ہوتا ہے اور دین کی ذمہ داری بھی سب سے یکساں طور پر متعلق ہوتی ہے۔

(۲) شرکتِ عنان : جس شرکت عقد میں مختلف شرکاء ایک متعینہ مقدار میں اپنا اپنا مال لگائیں، خواہ بعض افراد کی طرف سے مال کی مقدار کم یا زیادہ ہو اور نفع ان کے درمیان باہمی اتفاق رائے کے مطابق تقسیم ہوجائے، اور اگر نقصان ہوا تو ہر ایک پر اس کے سرمایہ کے تناسب سے نقصان کی ذمہ داری ہو، اس کو 'شرکت عنان' کہتے ہیں، اس میں شرکاء کے سرمایہ کی مقدار الگ الگ ہوسکتی ہے اور نفع کا تناسب بھی الگ الگ ہوسکتا ہے۔

اسلامی بینک عام طور پر ان میں سے شرکت کی جس صورت کو اختیار کرتے ہیں، وہ ''شرکتِ عنان'' ہے، بینک مختلف لوگوں سے سرمایہ اکٹھا کرتا ہے، ان سب کی حیثیت شرکاء کی ہوتی ہے، پھر جو نفع یا نقصان ہوتا ہے، اس کو سب پر تقسیم کردیتا ہے۔

قانونی شخصیت

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بینک خود بھی ایک شریک کی حیثیت سے اس میں شامل ہو؛ کیوں کہ اس کی بھی اپنی ایک شخصیت ہے، جس کو موجودہ دور کی قانونی اصطلاح میں ''شخصیت قانونی'' (Legal Entity) یا ''شخصیت اعتباری'' کہتے ہیں اور فقہ اسلامی میں اس کی اصل موجود ہے، جیسے: بیت المال، کہ بیت المال دوسرے سے مضاربت کرسکتا ہے، اسی طرح اس کی ایک مثال ''وقف'' ہے، بیت المال اور وقف ادارے ہیں؛ لیکن مقدمہ میں مدعی اور مدعی علیہ بن سکتے ہیں اور کسی بھی معاہدہ میں فریق بن سکتے ہیں، —— اس طرح بینک شرکتِ عنان کے ذریعہ نفع حاصل کرسکتا ہے۔

شرکت متناقصہ (Diminishing Partnership)

موجودہ دور میں اسلامی معاشیات کے ماہرین نے شرکت کی ایک خاص قسم ''شرکت متناقصہ'' کی وضع کی ہے، جس کو ''شرکت منتہیہ بالتملیک'' بھی کہتے ہیں، عام طور پر مکانات، گاڑیاں اور مشنریز میں اس کا استعمال ہوتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شئے کو چند یونٹوں پر تقسیم کردیا جائے، ضرورت مند شخص ابتدا میں حسبِ معاہدہ ایک یا چند یونٹ کی قیمت ادا کر کے اس کا مالک ہوجائے اور بقیہ کا کرایہ ادا کرے، جو جو یونٹ وہ خرید کرتا جائے گا، وہ اس کا مالک ہوتا جائے گا اور اس کو اس کا کرایہ بھی ادا کرنا نہیں پڑے گا اور جو یونٹیں ابھی خریدی نہیں گئی ہیں، ان کا وہ کرایہ ادا کرتا رہے گا، اس طرح بتدریج وہ کرایہ دار سے اس شئے کا مکمل مالک بن جائے گا۔

اجارہ منتہیہ علی التملیک (Financing lease) اور شرکت متناقصہ میں فرق یہ ہے :

(الف) اجارہ کی شکل میں کرایہ دار اخیر تک کرایہ دار رہتا ہے اور جب تک مالک اس کو ہبہ نہ کردے یا اس کے ہاتھ فروخت نہ کردے، وہ اس کا مالک نہیں ہوتا، جب کہ ''شرکت متناقصہ'' میں وہ بتدریج مالک ہوتا چلا جاتا ہے۔

(ب) ''اجارہ منتہیہ علی التملیک'' میں اخیر تک ایک ہی کرایہ برقرار رہتا ہے، کرایہ

دار اپنے اختیار سے کرایہ میں کمی نہیں کرسکتا، سوائے اس کے کہ مالک راضی ہوجائے، جب کہ شرکت متناقصہ میں کرایہ دار جیسے جیسے یونٹیں خریدتا جاتا ہے، اسی تناسب سے اس کا کرایہ کم ہوتا چلا جاتا ہے۔

(ج) قاعدہ یہ ہے کہ کرایہ پر لگائی گئی چیز کی درستگی اور مرمت کے اخراجات مالک پر ہوتے ہیں؛ اس لئے "اجارہ منتہیہ علی التملیک" کی صورت میں مرمت کرایہ دار کی ذمہ داری نہیں ہوگی، مالک کی ہوگی، جب کہ شرکت متناقصہ میں دونوں فریق اپنی اپنی ملکیت کے تناسب سے ان اخراجات کے ذمہ دار ہوں گے۔



بینک کے ذریعہ اجارہ (Lease)

اسلامی بینک اپنے سرمایہ کو نفع آور بنانے کے لئے اجارہ یعنی کرایہ پر لگانے کا طریقہ استعمال کرسکتے ہیں — اس کی دو صورتیں ہیں: اجارہ تشغیلیہ، اجارہ منتہیہ بالتملیک۔

(الف) اجارہ تشغیلیہ (Operating Lease) سے مراد منقولہ جیسے گاڑی، یا غیر منقولہ جیسے اراضی و مکانات پر اپنی ملکیت باقی رکھتے ہوئے ایک مدت تک کرایہ پر لگانا اور کرایہ سے فائدہ اُٹھانا ہے، پھر متعدد بار کرایہ سے استفادہ کرنے کے بعد اگر بینک مصلحت سمجھتا ہے تو اس کو اسی کے ہاتھ یا کسی اور سے فروخت کردیتا ہے۔

اجارہ منتہیہ علی التملیک

(ب) اجارہ منتہیہ بالتملیک (Financial Lease) — جس کو ''اجارہ تمویلیہ'' یا ''فائنانشیل لیز'' بھی کہتے ہیں — میں کوئی شئے کرایہ پر لگائی جاتی ہے اور مدت کرایہ ختم ہونے کے بعد کرایہ دار کو ہبہ کرکے یا معمولی قیمت میں اس کے ہاتھ بیچ کر اس کو مالک بنادیا جاتا ہے؛ گویا ابتداءً وہ کرایہ دار ہوتا ہے اور انتہاءً مالک ہوتا ہے، — اس لحاظ سے اس کی تین صورتیں ہوجاتی ہیں :

(۱) کرایہ داری کا معاملہ طے ہونے سے پہلے یا طے ہونے کے بعد بینک یہ وعدہ کرے کہ اس مدت کے پورے ہونے کے بعد وہ اس شئے کو اسی کے ہاتھ فروخت کردے گا؛ البتہ ابھی سے بیع نہیں کی جائے گی؛ کیوں کہ ''بیع'' کو مستقبل کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ وہ فی الحال انجام دیا جانے والا عقد ہے۔

(۲) معاملہ طے ہونے سے پہلے یا اس کے بعد الگ فارم پر بینک وعدہ کرے کہ وہ مدتِ کرایہ ختم ہونے کے بعد یہ شئے اس کو ہبہ کردے گا۔

(۳) یا بینک وعدہ کرے کہ اگر وہ قسطیں وقت پر ادا کرتا رہا تب مالک اسے مدتِ کرایہ ختم ہونے پر وہ شئے ہبہ کردے گا۔

مختلف مراحل

غرض کہ اس شکل میں مجموعی طور پر تین مراحل ہو گئے :

(الف) کرایہ پر لینے والا شخص بینک سے درخواست کرے کہ وہ اس کی مطلوبہ شئے خرید کرلے اور وعدہ کرے کہ جب وہ خرید کرلے گا تو یہ اسے اتنے عرصہ تک کے لئے بینک سے کرایہ پر حاصل کرلے گا۔

(ب) بینک اس سامان کو اس شخص کی خواہش کے مطابق خرید کرلے۔

(ج) خریدنے کے بعد درخواست دہندہ کو کرایہ کا معاملہ طے کرکے حوالہ کردے۔

(د) علاحدہ فارم پر بینک اپنی طرف سے یک طرفہ وعدہ کرے کہ مدتِ کرایہ ختم ہونے کے بعد وہ اس شئ کو اسی کے ہاتھوں فروخت کردے گا، یا اس کو ہبہ کردے گا۔

(ہ) مدت کرایہ ختم ہونے کے بعد بینک اپنے وعدہ کے مطابق کرایہ دار کو ہبہ کرکے یا علامتی قیمت لے کر اس شئے کا مالک بنادے۔

ضروری احکام

(۱) یہ ضروری ہے کہ بینک پہلے کرایہ پر لگائے جانے والے سامان کا خود مالک بن جائے، پھر اسے کرایہ پر لگائے؛ کیوں کہ جو چیز ابھی ملکیت میں آئی ہی نہ ہو، اس کو کرایہ پر لگانا درست نہیں۔

(۲) یہ بات بھی جائز ہے کہ ایک سامان بیک وقت دو شخص کو الگ الگ اوقات کے لئے کرایہ پر دی جائے، جیسے: (Sharing) کے ساتھ دن میں گاڑی ایک شخص کے پاس رہے گی اور رات میں دوسرے شخص کے پاس۔

(۳) کرایہ پر لگائی ہوئی شئے اگر ہلاک ہوجائے تو اجارہ ختم ہوجائے گا اور کرایہ دار پر

کرایہ واجب نہیں ہوگا۔

(۴) یہ بات جائز نہیں ہے کہ مقصد اجارہ کو حاصل کرنے کے لئے جس مرمت کی ضرورت ہوتی ہے یا اس پر جو اخراجات ہوتے ہیں، مالک اس سے بریٔ الذمہ ہوجائے اور کرایہ دار کو اس کا ذمہ دار قرار دیدے۔

(۵) کرایہ دار اگر وقت پر قسطیں ادا نہ کرسکے تو اس سے تاخیر کا جرمانہ لینا جائز نہیں؛ البتہ یہ بات جائز ہے کہ کرایہ دار اپنے اوپر بینک کے شریعہ بورڈ کی وساطت سے صدقہ کرنے کا التزام کرلے اور بینک اس سے وہ رقم وصول کرلے۔

(۶) جس وقت کرایہ کا معاملہ طے ہو، اسی وقت مستقبل میں کرایہ دار سے اس شئے کے فروخت کرنے کا معاملہ طے نہ کرلیا جائے؛ کیوں کہ شرعاً ایک عقد میں دو معاملوں کو شریک رکھنا درست نہیں۔

(۷) کرایہ دار جب بینک سے کوئی شئے خریدنے کی خواہش کرے اور پھر اسے کرایہ پر حاصل کرنے کا وعدہ کرے تو بینک اس سے بیعانہ کے طور پر کسی رقم کا مطالبہ کرسکتا ہے، پھر اگر خریدار اپنے عہد سے پھر جائے تو بینک کے لئے بیعانہ کی رقم لے لینا جائز ہوگا — جیسا کہ فقہاء حنابلہ کا نقطۂ نظر ہے — لیکن بہتر ہے کہ وہ پہنچنے والے حقیقی نقصان کے بقدر رقم ہی بیعانہ میں سے وصول کرے اور باقی کرایہ دار کو واپس کردے۔

(۸) اگر بینک کی طرف سے ممانعت نہ ہو تو جمہور فقہاء کے نزدیک کرایہ دار کرایہ پر لی ہوئی شئے کو اس سے زیادہ یا کم کرایہ پر دوسرے شخص کو دے سکتا ہے، حنفیہ کے نزدیک بھی اگر اس میں کرایہ دار اپنی طرف سے کوئی اضافہ کردے تو دوسرے شخص کو زیادہ کرایہ پر دے سکتا ہے۔

(۹) یہ ہوسکتا ہے کہ کرایہ دار اس سامان کو خرید کرنے میں بینک کے ساتھ اپنا سرمایہ بھی لگائے، ایسی صورت میں وہ اپنی رقم کے بقدر حصہ کا خود مالک ہوگا اور صرف بینک کے مملوکہ حصہ کا کرایہ ادا کرے گا۔

(۱۰) اگر کرایہ دار کے نامناسب استعمال کی وجہ سے کرایہ پر لگائی گئی شئے سے مطلوبہ نفع حاصل نہ کیا جاسکتا ہو تو کرایہ دار کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس کی مرمت کر کے قابل استعمال بنائے اور اس مدت کا کرایہ بھی اس پر واجب ہوگا۔

(۱۱) بینک کرایہ دار پر شرط لگا سکتا ہے کہ وہ مناسب طور پر اس شئے کا استعمال کرے یا فلاں طریقہ پر استعمال نہ کرے، جس سے نقصان پہنچ سکتا ہے؛ البتہ اس شئے سے جو منفعت مطلوب ہو، اس میں رکاوٹ پیدا کرنے والی خرابی یا عیب سے وہ بریٔ الذمہ ہونے کی شرط لگادے، تو یہ جائز نہیں۔

(۱۲) یہ بات درست ہے کہ مختلف مدتوں کے لئے الگ الگ اُجرت مقرر کی جائے، یا مثلاً کہا جائے کہ ہر نئے سال میں اتنی فیصد اُجرت بڑھ جائے گی۔

(۱۳) بینک یہ شرط لگا سکتا ہے کہ اگر کرایہ دار نے اُجرت کی قسطیں مقررہ وقت پر ادا نہیں کیں تو پھر پوری اُجرت یکمشت بلا مہلت ادا کرنی ہوگی — بینک کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ بروقت کرایہ نہ ادا کرنے کی صورت میں شرط لگادے کہ وہ اِس معاملہ کو ایک طرفہ طور پر ختم کرنے کا حقدار ہوگا۔

(۱۴) کرایہ پر لی ہوئی شئے کرایہ دار کے پاس امانت ہے؛ لہٰذا اگر اس کی زیادتی کے بغیر اس کو جزوی یا کلی نقصان پہنچا تو وہ اس کا ذمہ دار نہیں ہوگا اور اگر اس کی کوتاہی یا زیادتی کی وجہ سے وہ شئے ضائع ہوگئی تو وہ :

(الف) اس کا مثل ادا کرے گا، اگر وہ شئے مثلی ہو۔

(ب) اگر قیمی ہو تو ہلاک ہونے کے وقت اس کی جو قیمت تھی، وہ ادا کرے گا۔

(۱۵) اجارہ منتہیہ بالتملیک میں ضروری ہے کہ مالک کی طرف سے بیع یا ہبہ کا وعدہ الگ فارم پر ہو، کرایہ داری کی دستاویز پر نہ ہو؛ تاکہ اس کا شمار دو مرکب معاملات میں نہ ہو۔

تمرینی سوالات

(۱) مرابحہ کسے کہتے ہیں؟

(۲) مرابحہ للامر بالشراء کن مراحل میں مکمل ہوتی ہے؟

(۳) مرابحہ کی اس صورت کا کیا حکم ہے؟

(۴) قبضہ کی کتنی قسمیں ہیں اور قبضہ حکمی سے کیا مراد ہے؟

(۵) بیعانہ کے سلسلہ میں فقہاء کے مذاہب کیا ہیں؟

(۶) اسلامی بینک اجارہ کو استثمار کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اس کی کیا کیا صورتیں ہیں؟

(۷) اجارہ منتہیہ علی التملیک کے کن مراحل کے ذریعہ مکمل ہوتا ہے؟

(۸) اجارہ منتہیہ علی التملیک کے ضروری احکام لکھیں۔

(۹) شرکت متناقصہ اور اجارہ منتہیہ علی التملیک کے احکام میں کیا فرق ہے؟



مرابحہ للآمر بالشراء

(Murabahah To The Purchase Orderer)

مرابحہ (Mark up sale) کے معنی کسی چیز کو خریدنے کے بعد نفع کے ساتھ اس کو فروخت کردینے کے ہیں، مرابحہ میں بنیادی طور پر دو بیع پائی جاتی ہے :

(الف) پہلی بیع کے مقابلے دوسری بیع میں قیمت زیادہ لگائی جاتی ہے۔

(ب) دوسری بیع کا خریدار اس بات سے واقف ہوتا ہے کہ بائع ایک بار سامان کو خریدنے کے بعد اتنی مقدار نفع لے کر اسے فروخت کررہا ہے۔

ثبوت

خرید وفروخت کی یہ صورت جائز ہے اور اس کی دلیل وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں، جن میں مطلقاً خرید وفروخت کی اجازت دی گئی ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُواْ فَضْلاً مِّن رَّبِّكُمْ '' (البقرۃ: ۱۹۸) ''فضل'' کے معنی زیادتی کے ہیں اور خرید وفروخت کے اس طریقہ میں پہلی بیع کا خریدار دوسری بیع کر کے نفع اور زائد پیسے حاصل کرتا ہے۔

اسلامک بینک مرابحہ کے ذریعہ فائدہ اُٹھاتے ہیں، اس طریقہ میں نقصان کا خطرہ چوں کہ بہت کم ہوتا ہے اور ایک حد تک نفع بھی متعین ہوجاتا ہے؛ اس لئے آج کل اسلامی مالیاتی ادارے تقریباً اسّی فیصد اپنے کھاتہ داروں کی رقم اسی طریقہ پر مصروف کرتے ہیں؛ لیکن یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ مرابحہ بنیادی طور پر بیع کی ایک شکل ہے نہ کہ استصناع کی؛ اس لئے اسلامی بینکوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ شریعت میں اصلاً استثمار کے جو طریقے ہیں، یعنی شرکت اور مضاربت، زیادہ سے زیادہ ان کو روبہ عمل لایا جائے۔

مختلف مراحل

مرابحہ کی یہ خاص صورت درج ذیل طریقہ پر انجام پاتی ہے :

(الف) بینک کا کسٹمر بینک سے خواہش کرتا ہے کہ فلاں کمپنی کی فلاں شئ مجھے چاہئے، جس کی کمپنی کی طرف سے مثلاً ایک لاکھ روپے قیمت ہے۔

(ب) پھر بینک کی رضامندی سے کسٹمر ایک فارم پر عہد کرتا ہے کہ اگر بینک مذکورہ شئ خرید لے تو وہ اس کو بینک سے ایک لاکھ دس ہزار روپے میں خرید کرلے گا — یہ وعدہ کسٹمر کی جانب سے لازم ہوتا ہے؛ البتہ بینک کی طرف سے لازمی وعدہ نہیں ہوتا؛ کیوں کہ اگر بینک کی طرف سے بھی لازمی وعدہ ہوجائے تو یہ صورت بیع کے مشابہ ہوجاتی ہے؛ حالاں کہ مذکورہ شئ ابھی بائع کی ملکیت اور قبضہ میں نہیں آئی ہے اور قبضہ میں آنے سے پہلے کسی شئ کا فروخت کردینا جائز نہیں۔

(ج) اب بینک کسی شخص کو اپنے وکیل کی حیثیت سے مذکورہ سامان خریدنے کے لئے بھیجتا ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اسی کسٹمر کو اس کام کے لئے بھیجے؛ تا کہ سامان اس کے منشاء کے مطابق ہو؛ چوں کہ وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ ہوتا ہے؛ اس لئے سمجھا جائے گا کہ بینک اس کا مالک ہو چکا اور اس نے اس کا قبضہ بھی حاصل کرلیا، خواہ یہ حقیقی قبضہ ہو کہ اس کا وکیل اسے اپنے ہاتھ میں لے لے، یا حکمی قبضہ ہو، اور وہ اس طرح کہ خریدار کے وکیل کو کمپنی مبیع لینے کا حق دے دے اور کوئی رکاوٹ باقی نہیں رکھے۔

(د) اب بینک اور کسٹمر کے درمیان باضابطہ طور پر مرابحہ کا معاملہ طے ہوگا، جس میں اِن اُمور کی وضاحت ہوگی :

- خرید وفروخت کے علاوہ پہلے خریدے گئے سامان کی قیمت۔
- پھر اس پر حاصل کیا جانے والا نفع۔
- نیز کسٹمر کی جانب سے ثمن ادا کرنے کی مدت، خواہ وہ پوری ثمن بعد میں ادا کرے یا بالاقساط ادا کرے۔

(ہ) اس طرح مرابحہ کا یہ عمل مکمل ہوگا اور کسٹمر بینک کو قیمت ادا کرے گا۔

تکییفِ فقہی (Shariah Framework)

فقہی اعتبار سے بنیادی طور پر یہ شکل مرابحہ کی ہے، جس کے 'بیع صرف' (ثمن کی بیع ثمن سے) کے علاوہ کسی بھی صورت میں جائز ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے؛ لیکن تین باتیں لائق توجہ ہیں :

وعدہ کی شرعی حیثیت

(۱) بینک سے اس کے کسٹمر نے سامان خریدنے کا جو وعدہ کیا تھا، شرعاً اس کا کیا حکم ہوگا؟ — اس بات پر فقہاء متفق ہیں کہ دیانتاً عہد کو پورا کرنا واجب ہے؛ البتہ کیا وعدہ کو پورا کرنا قضاءً بھی واجب ہوگا؟ اس میں اختلاف ہے، مالکیہ کے نزدیک ایک قول کے مطابق وعدہ کا پورا کرنا قضاءً واجب ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ'' (المائدۃ:۱) اور رسول اللہ ﷺ نے وعدہ کی خلاف ورزی کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے: ''واذا وعدا خلف''(۱) مالکیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر وعدہ کسی سبب سے متعلق ہو تو سبب متحقق ہوجانے کی صورت میں وعدہ کو پورا کرنا قضاءً واجب ہوگا، جیسے وعدہ کرے کہ تم مکان منہدم کرلو، میں تعمیر نو کے لئے قرض دوں گا اور اس نے مکان منہدم کرلیا، تو اب قرض دینا واجب ہوگا، — حنفیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک وعدہ کا ایفاء قضاءً واجب نہیں ہوتا؛ لیکن چوں کہ بینک کو عام طور پر کسٹمر کسی گراں قیمت شئے کی خریداری کے لئے آرڈر دیتا ہے اور اس کے آرڈر کی بناء پر ہی بینک اس چیز کو خرید کرتا ہے؛ اس لئے اگر بعد میں خریدار اپنے وعدہ سے مکر جائے تو بینک ضررِ شدید سے دوچار ہوگا اور وہ بہت سے سرمایہ کار جنھوں نے اپنا سرمایہ لگا رکھا ہے، ان کو بھی نقصان پہنچے گا؛ اس لئے موجودہ دور میں علماء نے اس مسئلہ میں مالکیہ کے اس دوسرے قول کو قبول کیا ہے۔

پس اگر کسٹمر نے بینک کے سامان خرید کرنے کے بعد اپنے وعدہ پر عمل کرنے سے انکار کردیا تو بینک کے لئے گنجائش ہوگی کہ اس کو کسی اور سے فروخت کردے اور جس قیمت میں بینک نے خرید کیا تھا، اگر اس سے کم قیمت پر وہ شئے فروخت ہو پائی تو جتنا نقصان ہوا، اتنی رقم اسے خریدار (کسٹمر) سے وصول کرنے کا حق ہوگا۔

---

(۱) بخاری، حدیث نمبر: ۳۳۔

قبضہ حکمی

(۲) قبضہ کی دو قسمیں ہیں: قبضہ حقیقی، قبضہ حکمی۔

(الف) کسی شئے کو محسوس طریقہ پر اپنی گرفت میں لے لینا ''قبضہ حقیقی'' ہے۔

(ب) کسی چیز کو اس طرح حاصل کر لینا کہ اس کے لئے اس میں تصرف کرنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہے، اور اگر اس میں کسی قسم کا کوئی نقص پیدا ہو، یا چیز ضائع ہو جائے یا اس کی قیمت گر جائے تو نقصان اس شخص سے متعلق ہو جائے، یہ قبضہ حکمی ہے، جیسے شیئرز کا کسٹمر (خریدار) کے اکاؤنٹ میں منتقل ہو جانا، یا بینک کی جانب سے چیک کا وصول ہونا وغیرہ۔

اسی طرح وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ تصور کیا جاتا ہے، یہ حکم مرابحہ کی صورت کے لئے بھی ہے، بہتر تو یہ ہے کہ بینک خریداری کا وعدہ کرنے والے کسٹمر کے بجائے کسی اور شخص کو وکیل بنائے اور ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ بینک میں کسی کارکن کو خاص اسی مقصد کے لئے رکھے، جو ایسے معاملات میں کمپنی سے خریداری کا معاملہ طے کیا کرے؛ لیکن اگر خود اسی شخص کو وکیل بنالیا جائے اور بحیثیت وکیل پہلے وہ سامان کو خرید کرلے، اس کے بعد پھر اسی کے ہاتھ سامان کو بیچا جائے اور کمپنی سے خریداری کا عمل مکمل ہونے کے بعد الگ سے اس معاملہ پر دستخط کئے جائیں تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

بیعانہ کا مسئلہ

(۳) خرید وفروخت کی ایک صورت یہ ہے کہ خرید وفروخت کا وعدہ ہو جائے، خریدار ایک رقم بیچنے والے کے حوالہ کر دے اور یہ طے ہو کہ اگر اس نے سامان خرید نہیں کیا اور مقررہ وقت پر اس کی قیمت ادا نہیں کی تو یہ رقم ضبط ہو جائے گی، اس صورت کو عربی میں ''بیع عربون'' کہتے ہیں اور اُردو میں اس کو ''بیعانہ'' کہا جاتا ہے، — جمہور فقہاء کے نزدیک یہ صورت جائز نہیں اور بیچنے والے پر بیعانہ کی رقم واپس کر دینا واجب ہے؛ لیکن حنابلہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے اور ایسی صورت میں بیعانہ کی رقم بائع کی ملکیت قرار پاتی ہے۔

اسلامک بینک چوں کہ کسٹمر کی خواہش پر مطلوبہ شئے کی بڑی مقدار حاصل کرتا ہے اور خریدار کے اپنے وعدہ سے مکر جانے کی صورت میں نہ صرف بینک کی محنت ضائع ہوتی ہے؛ بلکہ اس کو مالی نقصان بھی ہوتا ہے؛ اس لئے موجودہ دور کے فقہاء نے اجازت دی ہے کہ بینک بیعانہ کی رقم سے اپنے حقیقی نقصان کے بقدر رقم منہا کر کے بقیہ رقم کسٹمر کو واپس کر دے، — حقیقی نقصان سے مراد یہ ہے کہ مرابحہ میں طے شدہ قیمت کے لحاظ سے نہیں؛ بلکہ بینک نے جس قیمت میں خرید کیا تھا، اس لحاظ سے جو نقصان ہوا ہے، اس کو منہا کر لے۔

تمرینی سوالات

(۱) بنیادی طور پر شرکت کی کتنی قسمیں ہیں؟
(۲) شرکت عقد کی اقسام مع تعریف تحریر کریں۔
(۳) شخصیت قانونی سے کیا مراد ہے اور فقہ اسلامی میں اس کی کیا نظیریں ہیں؟



سَلَم (Forward sale)

'سَلَم' ایسی خرید وفروخت کو کہتے ہیں، جس میں قیمت نقد ادا کی جائے اور مبیع اُدھار ہو — شریعت میں ایسی چیز کو فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے، جو ابھی موجود نہ ہو، یا بیچنے والے کی ملکیت میں نہ ہو؛ لیکن سلم کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔

اس طرح بنیادی طور پر سلم چار اشخاص اور اشیاء سے وجود میں آتا ہے :

(۱) قیمت : اس کو اصطلاح میں سلم کا ''رأس المال'' کہتے ہیں۔

(۲) مبیع : اس کو ''مُسلَم فیہٖ'' کہا جاتا ہے۔

(۳) خریدار : اس کو ''مُسلِم'' کہتے ہیں۔

(۴) بائع : اس کو ''مُسلَم اِلیہٖ'' کہتے ہیں۔

ثبوت

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہاں کے لوگ پھلوں میں دو سال، تین سال آگے کی مدت کے لئے سلم کرتے تھے، آپ ﷺ نے ہدایت دی کہ جو لوگ سلم کرنا چاہیں ، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقدار کی تعیین (Quantify) اور ادائیگی کا وقت متعین کردیں ''من اسلف فی شئ فلیسلف فی کیل معلوم إلی أجل معلوم ''(۱) چنانچہ اس کے جائز ہونے پر اُمت کا اجماع اور اتفاق ہے۔(۲)

اہم شرطیں

سلم کے درست ہونے کے لئے متعدد شرطیں ہیں، فقہ کی کتابوں میں خاص کر فقہاء حنفیہ کے یہاں تفصیل سے اس کا ذکر آیا ہے، اس میں تین باتیں بنیادی طور پر اہم ہیں :

---

(۱) مسلم، باب السلم، حدیث نمبر : ۴۲۰۲۔ (۲) المغنی : ۶/ ۳۸۵۔

اول : قیمت — یعنی رأس المال — اسی مجلس میں ادا کردی جائے ،جس میں سلم کا معاملہ طے پائے ، یہ جمہور کا نقطۂ نظر ہے ، مالکیہ کے نزدیک دو یا تین دنوں تک کی تاخیر کی گنجائش ہے۔

دوسرے : مبیع — یعنی مسلم فیہ — اُدھار ہو۔

تیسرے : مسلم فیہ کے اوصاف ،اس کی ادائیگی کا وقت اور ادائیگی کی جگہ کو اس طرح متعین کردیا جائے کہ بعد میں فریقین کے درمیان اس کی تشریح وتوضیح میں اختلاف کا امکان نہ رہے۔

چوتھے : اموال ربویہ کی باہم خرید وفروخت نہ ہو ،جیسے: روپیہ کی روپیہ سے ، یا کسی اور کرنسی سے ؛ کیوں کہ یہ بیع صرف ہے اور بیع صرف میں ضروری ہے کہ عوضین پر مجلس میں ہی قبضہ ہوجائے۔

پانچویں : ''مسلم فیہ'' اگرچہ بائع کے پاس موجود نہ ہو ،مگر اطمینان ہو کہ اس شئے کی جنس عقد کے وقت سے ادائیگی کے وقت تک بازار میں دستیاب ہوگی ؛ اس لئے ہیرے یا زمین میں بیع سلم درست نہ ہوگی ؛ کیوں کہ ہیرے کے ہر ٹکڑے اور ہر شیئر کی جو اپنی صفات ہیں ،ان کے ساتھ وہ مارکٹ میں ہمیشہ دستیاب نہیں ہوتا۔

چھٹے : ضروری ہے کہ ''مسلم فیہ'' حرام شئے نہ ہو جیسے: شراب ،اور ایسا بھی نہ ہو کہ وہ بذات خود حلال ہو ؛لیکن بینک جس کو فروخت کررہا ہو ، وہ حرام اور معصیت کے لئے اس کو خرید رہا ہو ،جیسے: انگور کا شیرہ شراب کی کمپنی سے بیچنا۔

اسلامی بینک ،سلم کے ذریعہ سرمایہ کاری کا بنیادی طور پر دو طریقہ اختیار کرتے ہیں :

(الف) سلم موازی (Parallel Salam)

سلم موازی میں ایک فریق ایک عقد میں بائع ہوتا ہے اور دوسرے عقد میں مشتری ہوتا ہے ،اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں :

(۱) بینک کسی سے سلم کی بنیاد پر کسی چیز کے بیچنے کا معاہدہ کرے اور اس میں اس کی

حیثیت بائع کی ہو، پھر وہ اسی شئے کو کسی اور شخص سے خریدنے کا معاہدہ سلم کی بنیاد پر کرے، اس میں اس کی حیثیت خریدار کی ہو، بینک خریدے کم قیمت پر اور بیچے زیادہ قیمت پر، ان دونوں قیمتوں کے درمیان جو فرق ہوگا، وہی اس کا منافع ہے۔

(۲) اس کے برعکس صورت یہ ہے کہ بینک کسی سے سلم کے طور پر ایک شئے کے خریدنے کا معاملہ طے کرے، اس عقد میں اس کی حیثیت خریدار کی ہو، پھر وہ دوسرے شخص سے اس کو بیچنے کا معاملہ کرے، اس دوسرے عقد میں اس کی حیثیت بائع کی ہو، یہاں بھی وہ خریدتا کم قیمت پر اور بیچتا زیادہ قیمت پر ہے اور اس میں جو نفع حاصل ہوتا ہے، وہی اس کا نفع ہوتا ہے —— غرض کہ ان دونوں صورتوں میں بینک ایک معاملے میں خریدار ہوتا ہے اور ایک میں بائع۔

(ب) سلم مصرفی (Ordinary Salam)

یہ سلم کی سادہ صورت ہے، جس میں بینک زراعتی اور صنعتی ملکوں سے سلم کی بنیاد پر کسی پیداوار کی خریداری کا معاملہ طے کرتا ہے اور جب اسے 'مسلم فیہ' حاصل ہو جاتا ہے تو اس کو اسی ملک میں یا کسی اور ملک میں زیادہ قیمت پر فروخت کر دیتا ہے یا خود مسلم الیہ کو وکیل بنا دیتا ہے کہ وہ اس کو اس کی مقررہ قیمت میں فروخت کر دے، اس طرح جو زائد قیمت آتی ہے، وہ بینک کا نفع ہوتا ہے۔

اسی کی ایک صورت ''سلم مُقَسَّط'' کی ہے، یعنی مسلم فیہ یکمشت وصول نہ کی جائے؛ بلکہ قسطوں میں الگ الگ مقررہ مدت میں مسلم فیہ کے مقررہ حصے حاصل کئے جائیں، یہ صورت بھی درست ہے، اس میں خریدنے والے فریق کا فائدہ یہ ہے کہ وہ شئے کے لحاظ سے مدت مقرر کر سکتا ہے اور اسے زیادہ دنوں تک مال گودام میں رکھنا نہیں پڑے گا، —— اور بیچنے والے کو یہ سہولت ہے کہ اسے قیمت پہلے مل جائے گی اور جیسے جیسے پیداوار حاصل ہوگی، اسی لحاظ سے مبیع ادا کرنے کی سہولت ہوگی، آج کل اس کو ''بیع استجرار'' بھی کہتے ہیں۔

سلم میں دونوں فریقوں کے لئے مصلحت کا پہلو ہے، بینک کو دو فائدے ہوتے ہیں :

(الف) اس کو ایک مقررہ قیمت میں سامان مل جاتا ہے اور وہ قیمت کے اُتار چڑھاؤ کے اثر سے محفوظ رہتا ہے۔

(ب) کم قیمت میں خریدنے اور زیادہ قیمت میں فروخت کرنے سے اسے نفع حاصل ہوتا ہے۔

اسی طرح دوسرے فریق کو دو فائدے حاصل ہوتے ہیں :

(الف) اس کو کاروبار کے لئے نقد رقم مل جاتی ہے۔

(ب) سامان کے فروخت ہوجانے کا تیقن حاصل ہوجاتا ہے۔

تمرینی سوالات

(۱) سلم کی تعریف کیجئے اور بتایئے کہ مُسلِم، مُسلَم فیہ اور مُسلَم اِلیہ سے کیا مراد ہے؟

(۲) سلم موازی کسے کہتے ہیں اور اس میں بینک کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟

(۳) سلم مصرفی سے کیا مراد ہے؟

(۴) سلم مقسّط کسے کہتے ہیں؟



استصناع (Manufacturiag)

تمویل کے طریقوں میں سے ایک ''استصناع'' ہے، اصطلاح میں استصناع ایسا عقد بیع ہے، جس میں خریدی جانے والی چیز کا آرڈر دیا جاتا ہے اور بیچنے والا آرڈر کے مطابق وہ شئے تیار کر کے خریدار کو فراہم کرتا ہے۔

امتیازی پہلو

دوسرے عقود کے مقابلہ استصناع کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ :

(الف) استصناع میں عقد کے وقت مبیع معدوم ہوتی ہے اور بعد کو تیار کی جاتی ہے؛ گویا جیسے بیع سلم معدوم کی ممانعت سے مستثنیٰ کی جانے والی خصوصی صورت ہے، یہی صورت استصناع کی بھی ہے۔

(ب) استصناع بیع کی واحد ایسی صورت ہے، جس میں مبیع بھی اُدھار ہوسکتی ہے اور ثمن بھی۔

استصناع کے درست ہونے کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طریقہ پر اپنی ''انگوٹھی'' بنوائی ہے اور اسی طور پر آپ کے لئے ''منبر'' بنوایا گیا، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے ہر عہد میں کسی نکیر کے بغیر اس کا تعامل ہے، یہ گویا اس کے جائز ہونے پر علماء کا اجماع ہے، نیز یہ انسانی سماج کے لئے ایک ضرورت ہے۔

کچھ اہم شرطیں

استصناع کے درست ہونے کے سلسلہ میں کچھ اہم شرائط واحکام یہ ہیں :

(۱) عمل بھی صانع کی طرف سے ہو اور بناوٹ کا میٹر یل بھی صانع کی طرف سے ہو

—اگر میٹریل آرڈر دینے والے کی طرف سے ہوتو پھر یہ اجارہ کی شکل ہوجائے گی۔

(۲) استصناع ایسی ہی چیزوں میں درست ہے، جس میں انسانی صنعت کا دخل ہو اور ان کو آرڈر پر تیار کرانے کا رواج ہو، جیسے: جوتا، موزہ، مشینی آلات یا موجودہ دور میں مقررہ نقشہ کے مطابق بنائے گئے مکانات وغیرہ۔

(۳) جس چیز کا آرڈر دیا جارہا ہو، یعنی مبیع، اس کے اوصاف اس طرح واضح کردیئے جائیں کہ وہ پوری طرح متعین ہوجائے۔

(۴) جس چیز کا آرڈر دیا جارہا ہو، وہ حلال ہو اور حلال شئے سے اس کو بنایا جاتا ہو۔

(۵) بیع سلم کی طرح استصناع میں قیمت کا پہلے ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۶) راجح قول کے مطابق استصناع عقد بیع ہے اور دونوں فریق پر لازم ہے، صرف وعدۂ بیع نہیں ہے۔

تین صورتیں

اسلامی بینک عام طور پر استصناع کی تین صورتیں اختیار کرتے ہیں :

(الف) بینک اس میں خریدار ہو، یعنی وہ کسی کمپنی کو مطلوبہ شئے کا آرڈر دے اور جب یہ آرڈر وصول ہوجائے تو اس کو بیچ کر یا کرایہ پر لگا کر اس سے نفع حاصل کرے۔

(ب) بینک بائع (صانع) ہو، وہ کمپنیوں سے آرڈر حاصل کرے اور اس کو تیار کر کے یا ان مصنوعات کو خرید کر کے خریدار کو حوالہ کرے، اور بینک کو اس میں نفع حاصل ہو۔

(ج) استصناع موازی (Parallel Istesna)، یعنی بینک آرڈر حاصل کرے، اس آرڈر میں اس کی حیثیت بائع کی ہو اور دوسرے شخص یا کمپنی کو وہ آرڈر دے اور اس میں اس کی حیثیت خریدار کی ہو، وہ بائع کی حیثیت سے مصنوعات کی زیادہ قیمت متعین کرے اور خریدار کی حیثیت میں کم قیمت، اور ان دونوں کے درمیان جو فرق ہو، وہ بینک کا نفع ہو۔

تمرینی سوالات

(۱) استصناع کی تعریف کیجئے۔
(۲) بیع کی دوسری صورتوں کے مقابلہ اس عقد کا کیا امتیاز ہے؟
(۳) استصناع کے جائز ہونے کی دلیل کیا ہے؟
(۴) استصناع کے درست ہونے کی ضروری شرطیں تحریر کریں؟
(۵) مروجہ دور میں اسلامی مالیاتی ادارے استصناع کی کیا شکلیں اختیار کرتے ہیں؟



پانچواں باب

تورق(Monetisation)

کسی کمپنی ، ادارہ یا فرد کو اگر اشیاء کی ضرورت پڑے تو اسلامی بینک اسے مرابحہ یا اجارہ کے ذریعہ پورا کرسکتے ہیں کہ بینک اسے خرید کر ضرورت مند کے ہاتھ نفع کے ساتھ فروخت کردے اور اگر اس شئے کو باقی رکھتے ہوئے اس سے فائدہ اُٹھانا مقصود ہو جیسا کہ شیئرز میں ہوتا ہے تو اسے کرایہ پر ضرورت مند کو مہیا کرایا جاسکتا ہے؛ تاکہ ضرورت پوری ہوجائے؛ لیکن بعض دفعہ نقد پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے؛ تاکہ مزدوریاں ادا کی جاسکیں اور روزمرہ کے اخراجات پورے کئے جائیں ، اسلامی بینک لوگوں کو نقد رقم ''قرض حسن'' کے طور پر تو دے سکتا ہے؛ لیکن اس پر کوئی نفع نہیں لے سکتا؛ کیوں کہ نقد رقم پر نفع لینا سود ہے؛ اس لئے اسلامی بینک اس کے لئے ''تورق'' کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

تورق

(۱) تورق اور توریق کی اصطلاح قدیم کتابوں میں بھی ملتی ہے، تورق یہ ہے کہ ایک شئے اُدھار قیمت پر خرید کی جائے اور خریدار کسی اور شخص کو نقد فروخت کردے، جو عموماً قیمت خرید سے کم ہوا کرتی ہے؛ تاکہ نقد رقم حاصل ہوجائے —— اس سے ملتی جلتی ایک اور صورت ''بیع عینہ'' کی ہے، تورق اور ''بیع عینہ'' میں فرق یہ ہے کہ عینہ میں جس سے اُدھار خرید کیا جاتا ہے، اسی سے زیادہ قیمت میں نقد فروخت کردیا جاتا ہے، یہ صورت مالکیہ کے نزدیک حرام اور حنفیہ کے یہاں مکروہ تحریمی ہے، جب کہ ''تورق'' میں خریدار اسے تیسرے شخص سے فروخت کرتا ہے۔

فقہاء کا نقطۂ نظر

(۲) جمہور فقہاء — حنفیہ، مالکیہ، شوافع، حنابلہ — نے تورق کو مباح قرار دیا ہے؛ امام محمدؒ، علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔

(۳) اس کے جائز ہونے کی دلیلیں یہ ہیں :

(الف) وہ نصوص، جو خرید فروخت کو جائز قرار دیتی ہیں؛ کیوں کہ اس میں بنیادی طور پر دوبار خرید وفروخت ہوتی ہے۔

(ب) حضرت ابو ہریرہ ﷜ اور حضرت ابو سعید خدری ﷜ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو خیبر کا عامل بنایا تھا، وہ ''جنیب'' نامی کھجور لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں اسی طرح ہوتی ہیں؟ حضرت ابو ہریرہ ﷜ نے عرض کیا: نہیں، خدا کی قسم! اے اللہ کے رسول؛ بلکہ ہم دوسری دو تین صاع کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجور خرید کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کیا کرو؛ بلکہ ان دو تین صاع کھجوروں کے مجموعہ کو درہم کے بدلہ فروخت کرو، پھر ان دراہم کے بدلہ ''جنیب'' خرید کرلیا کرو، (۱) — پس، رسول اللہ ﷺ نے سود سے بچنے کے لئے اِس طریقہ کی اجازت مرحمت فرمائی، تورق بھی سود ہی سے بچنے کا ایک راستہ ہے!

منصوبہ بند تورق

(۴) تاہم فقہاء نے جس 'تورق' کو جائز قرار دیا ہے، وہ ایسا عمل ہے جو اتفاقی طور پر کوئی شخص نقد رقم حاصل کرنے کے لئے کیا کرتا ہے، اس میں تیسرا شخص یعنی دوسرا خریدار متعین نہیں ہوتا، آج کل اسلامی بینک تیسرے شخص کے کام کو انجام دینے کے لئے مستقل ایک ضمنی کمپنی کو تیار رکھتے ہیں؛ اسی لئے اس کو ''منصوبہ بند تورق'' (التورق المنظم / Organized Tawarruq) کہتے ہیں، اس شکل کو موجودہ عہد کے اکثر علماء نے ناجائز قرار دیا ہے؛ کیوں کہ یہ بالواسطہ ربا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

---

(۱) بخاری، حدیث نمبر: ۲۲۰۱، باب إذا اراد بیع تمر بتمر خیر منه۔

جائز تورق

(۵) اسلامی مالیاتی اداروں کے لئے جائز تورق کی صورت یہ ہوسکتی ہے :

(الف) بینک کا کھاتہ دار بینک سے کوئی ایسا سامان خریدنے کی درخواست کرے، جس کا نقد قیمت میں فروخت کرنا دشوار نہ ہو۔

(ب) کھاتہ دار مطلوبہ شئ فروخت کرنے والی کمپنی یا ادارہ یا شخص سے اس کی تفصیل لاکر بینک کو دے، جس میں اس شئ کی نوعیت، مقدار اور قیمت مذکور ہو — یہ عمل ''ایجاب'' کے درجہ میں ہے۔

(ج) بینک اپنے اُس کھاتہ دار سے عہد لے کہ اگر بینک اس کو خرید کرلے تو کھاتہ دار اسے خرید کرلے گا — یہ وعدہ اس لئے ضروری ہے کہ کھاتہ دار بعد میں خرید کرنے سے مکر نہ جائے۔

(د) اب بینک فروخت کرنے والے کو اس سامان کے خرید کرنے کے سلسلہ میں اپنی رضامندی کی تحریر بھیجے، جس میں اس کی مقرر کی ہوئی قیمت پر مذکورہ سامان کے خرید کرنے کا ذکر ہو، — یہ بینک کی طرف سے بیع کو قبول کرنا متصور ہوگا اور بینک اس کا مالک ہوجائے گا۔

(ہ) بہتر ہے کہ بینک اس سامان پر قبضہ کے لئے اپنے کسی نمائندہ کو وکیل بنا کر بھیجے، ویسے یہ صورت بھی درست ہے کہ بینک اسی کھاتہ دار کو اپنی طرف سے قبضہ کے لئے وکیل بنادے، وکیل کے قبضہ کرتے ہی یہ شئ بینک کے قبضہ میں آجائے گی اور اس سامان کو پیش آنے والا کوئی بھی ''خطرہ'' بینک سے متعلق ہوگا۔

(و) اس کے بعد بینک اور کھاتہ دار کے درمیان اس سامان کے اُدھار مرابحۃً خرید وفروخت کا معاملہ طے کیا جائے، اب وہ چیز کھاتہ دار کی ملکیت میں آجائے گی۔

(ز) اس کے بعد کھاتہ دار اس سامان کو کسی سے فروخت کرکے نقد قیمت حاصل کرلے، خواہ وہ، قیمتِ خرید سے کم ہو یا زیادہ؛ البتہ ضروری ہے کہ بینک خود، یا اس کے تحت چلنے والا کوئی ادارہ یا اس کی طرف سے مقرر کیا ہوا کوئی تاجر اسے خرید نہ کرے۔

تمرینی سوالات

(۱) تورق کے لغوی واصطلاحی معانی کیا ہیں؟

(۲) تورق کے بارے میں فقہاء کے مذاہب کیا ہیں اور اس کے جائز ہونے کی دلیل کیا ہے؟

(۳) تورق منظم کا کیا حکم ہے؟

(۴) اسلامی بینکوں کے لئے تورق کی جائز صورت کیا ہے؟



چھٹا باب

شیئر کی خرید وفروخت (Share Trading)

گذشتہ زمانے میں عام طور پر چھوٹے موٹے کاروبار کا تصور تھا؛ لیکن موجودہ دور میں صنعتی ترقی کی وجہ سے بڑے بڑے کارخانے قائم ہونے لگے، جن کے لئے کثیر سرمایہ کی ضرورت پڑتی ہے، اتنا کثیر سرمایہ چند افراد سے حاصل ہونا دشوار ہوتا ہے؛ چنانچہ اس مقصد کے لئے شیئر مارکیٹ قائم ہوا اور ہزاروں لوگوں کی شرکت کے ذریعہ سرمایہ جمع کیا جانے لگا، اس کا ایک فائدہ سرمایہ کاروں کو ہوا کہ وہ چھوٹی چھوٹی رقموں کے ذریعہ ایک بڑے کاروبار میں شریک ہو پاتے ہیں، دوسرا فائدہ کمپنی قائم کرنے والوں کو ہوا کہ محض چند افراد سے جتنی مقدار میں سرمایہ حاصل نہیں ہو سکتا تھا، اب ایک بڑی تعداد کے ذریعہ اتنے کثیر سرمایہ کا حصول آسان ہو گیا۔

شیئر کی خصوصیات

ان شیئرز کی بنیادی خصوصیات یہ ہیں :

(الف) تمام شیئر ایک ہی قیمت کے ہوتے ہیں؛ البتہ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص ایک شیئر خریدے اور کوئی اپنا زیادہ سرمایہ مشغول کرنے کے لئے زیادہ شیئر خرید کر لے۔

(ب) شیئر کو خریدا جا سکتا ہے، بیچا جا سکتا ہے اور رہن رکھا جا سکتا ہے۔

(ج) ایک شیئر کے کئی حصے نہیں کئے جا سکتے، کمپنی کے نزدیک ایک شیئر کا کم سے کم ایک ہی مالک قابل قبول ہوگا؛ گویا شیئر ناقابل تقسیم شئے کے درجہ میں ہے۔

شیئر ہولڈر کے حقوق

شیئر کے مالک کو انگریزی میں شیئر ہولڈر (Share holder) اور عربی میں ''مساہم''

کہتے ہیں، شیئر ہولڈر کو درج ذیل حقوق حاصل ہوتے ہیں :

(۱) اس کو کمپنی میں شامل رہنے کا حق حاصل ہے، جب تک کہ وہ خود اپنا شیئر فروخت نہ کردے، اسے کمپنی سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) جب تک وہ شیئر کا مالک رہے گا، کمپنی کو حاصل ہونے والے نفع میں حصہ دار ہوگا۔

(۳) اسے کمپنی کی جنرل باڈی کی میٹنگ میں شریک ہونے، بحث میں حصہ لینے اور ووٹ دینے کا حق حاصل ہوگا۔

(۴) اگر اس کا زیادہ سرمایہ لگا ہوا ہو اور کچھ شیئر بچے ہوئے ہوں تو وہ اس کو خریدنے کا زیادہ مستحق ہوگا۔

(۵) بچے ہوئے یا بڑھائے ہوئے شیئرز میں پہلے سے موجود شیئر ہولڈرز کو خریدنے کا زیادہ حق ہوگا۔

(۶) بورڈ آف ڈائرکٹرس ان کے سامنے جوابدہ ہوگا اور ان کے خلاف کسی ذمہ داری کے سلسلے میں دعویٰ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

(۷) اگر کمپنی ختم ہو جائے تو اس کے اثاثہ میں وہ اپنی ملکیت کے تناسب سے حصہ حاصل کرنے کا حقدار ہوگا۔

شیئر سے متعلق مختلف قیمتیں

شیئر سے متعلق بنیادی طور پر تین قیمتیں ہوتی ہیں :

(الف) قیمت اسمیہ (Face Value): کمپنی سرٹیفکٹ پر اپنے شیئر کی جو قیمت تحریر کرتی ہے، اس کو ''قیمت اسمیہ'' انگریزی میں Face Value اور اُردو میں ''قیمت عرفی'' کہا جاتا ہے، یہ قیمت تمام خریداروں کے لئے مساوی ہے۔

(ب) قیمت دفتریہ (Book Value): کمپنی کے دیون وواجبات کی ادائیگی یا اس کو

منہا کرنے کے بعد سالانہ گوشوارہ کے لحاظ سے اس کی مجموعی مالیت کا حساب کرتے ہوئے فی شیئر جو قیمت پڑتی ہے اور کمپنی کا شعبۂ حساب اس سلسلہ میں جو اعلان کرتا ہے، اسے "Book Value" اور عربی زبان میں ''قیمت دفتریہ'' یا ''قیمت حقیقیہ'' کہتے ہیں۔

(ج) قیمت سوقیہ (Market Value): اسٹاک مارکٹ میں جس شیئر کی جس قیمت پر خرید وفروخت ہو، وہ اس کا Market Value ہے، مارکٹ ویلو میں قیمت کے بڑھنے گھٹنے کا بنیادی سبب تجارتی اعتبار سے کمپنی کی کامیابی یا ناکامی ہوتی ہے؛ لیکن اس کے علاوہ تشہیر، سیاسی واقتصادی حالات اور بعض اوقات شیئر پر سٹہ بازی بھی اس کا سبب ہوتے ہیں اور عام طور پر مارکٹ ویلو بک ویلو سے زیادہ ہوتا ہے۔

حکم

چند اصحابِ علم کے علاوہ اس دور کے اہل علم کا اتفاق ہے کہ جو کمپنیاں درج ذیل شرائط کو پورا کرتی ہوں، ان کے شیئر خریدکرنا جائز ہے، خواہ وہ تجارتی کمپنی ہو یا صنعتی، اسلامی بینک ہو یا اسلامی انشورنس کمپنی — وہ شرطیں حسب ذیل ہیں :

(۱) کمپنی کا بنیادی کاروبار سود یا کسی اور حرام صورت پر مبنی نہ ہو؛ چنانچہ مروجہ بینک، مروجہ انشورنس کمپنی، شراب فیکٹری، فلم انڈسٹری، شراب، خنزیر یا غیر شرعی ذبیحہ فروخت کرنے والی تجارتی کمپنی، اسلحہ فیکٹری، شوگر فیکٹری (کیوں کہ گنے کے بھوسے سے الکوحل تیار کی جاتی ہے) اور الکوحل تیار کرنے والی کمپنی وغیرہ کے شیئر خرید کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) اگر کمپنی کا بنیادی کاروبار حلال ہو؛ لیکن وہ جزوی طور پر حرام کاروبار میں بھی سرمایہ کاری کرتی ہو تو ضروری ہے کہ ایسی چیزوں میں سرمایہ کاری %33 فیصد سے زیادہ نہ ہو۔

(۳) ایسی سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والے نفع کا تناسب مجموعی آمدنی میں پانچ فیصد سے زیادہ نہ ہو۔

(۴) یہ بھی ضروری ہے کہ کمپنی نے سودی قرض حاصل نہیں کیا ہو اور اگر حاصل کیا ہو تو وہ اس کے مجموعی سرمایہ کے 33% فیصد سے زیادہ نہ ہو۔

(۵) کمپنی کے شیئر کو اس کے Face Value سے زیادہ قیمت پر بیچنا اس وقت جائز ہوگا، جب کہ کم سے کم پچاس فیصد سے زیادہ سرمایہ ٹھوس سامان (Fixed Assets) کی شکل میں ہو، سیال اثاثہ (Liquid Assets) اور دوسروں کے ذمہ واجب الاداء دین (Accounts Payable) پچاس فیصد سے زیادہ نہ ہو، اگر یہ شرط نہ پائی جائے تو شیئر کو اس کی قیمت سے زیادہ میں بیچنا جائز نہیں ہے۔

(۶) اگر کمپنی کا کچھ سرمایہ حرام ذرائع میں لگا ہوا ہو تو ضروری ہے کہ ان ذرائع سے حاصل ہونے والے نفع کو بلا نیتِ ثواب صدقہ کر دیا جائے۔

چند ضروری مسائل

شیئر میں کمپنی کے باقی رہتے ہوئے حسی قبضہ حاصل ہونا ممکن نہیں، شیئر میں قبضہ معنوی ہی ممکن ہے اور آج کل چوں کہ '' آن لائن '' شیئر کی خرید وفروخت ہوتی ہے، خریدنے کے بعد شیئر کی قیمت بڑھ بھی سکتی ہے اور کم بھی ہو سکتی ہے اور نفع ونقصان دونوں خریدار سے متعلق ہوتا ہے، اگر وہ بیچنا چاہے تو بلا تاخیر خریدار کو حوالہ بھی کر سکتا ہے، اس لئے شیئر کا اس کے نام پر آ جانا اور نفع ونقصان کا اس سے متعلق ہو جانا قبضہ معنوی ہے، اور اس درجہ کا قبضہ حاصل ہو جانے کے

بعد اسے فروخت کرنا جائز ہے؛ تاہم صورتِ حال یہ ہے کہ اس صورت میں اسٹاک ایکسچینج میں سودوں کے کمپیوٹرائز ڈ ریکارڈ میں تو خرید وفروخت کا اندراج ہوجاتا ہے؛ لیکن خریدار کو دونوں کے بعد قیمت ادا کرنی ہوتی ہے اور بیچنے والا بھی دو دنوں بعد ڈیلیوری دیتا ہے؛ اس لئے بہتر اور قرین احتیاط طریقہ یہ ہے کہ دو دنوں بعد شیئر کو فروخت کیا جائے۔

شیئرز کی خرید وفروخت کی کچھ معروف ومروج صورتیں ہیں، یہاں ان کا ذکر کیا جاتا ہے :

(۱) حاضر سودا (Spot Sale)

یہ خرید وفروخت کا عام سا طریقہ ہے کہ قیمت ادا کی جائے اور شیئر خرید کر لیا جائے، نہ قیمت کی ادائیگی میں اُدھار کی بات ہو اور نہ شیئر کی حوالگی میں مستقبل کا وعدہ ہو —— یہ صورت جائز ہے؛ بشرطیکہ ان شرائط کی رعایت ہو جو اوپر ذکر کی گئی ہیں۔

(۲) غائب سودا (Forward Sale)

اس میں ایجاب وقبول تو فوری طور پر ہوجاتا ہے؛ لیکن بیع کے حقوق یعنی قیمت کی ادائیگی اور مبیع پر قبضہ کے لئے مستقبل کی کوئی تاریخ طے کر دی جاتی ہے، جب یہ تاریخ آتی ہے تو بعض اوقات خریدار قیمت ادا کر کے شیئر حاصل کر لیتا ہے؛ لیکن زیادہ تر مقررہ تاریخ آنے پر قیمت کا فرق برابر کر دیا جاتا ہے، مثلاً جب معاملہ طے ہوا تھا تو شیئر کی قیمت سو روپے تھی اور جب مقررہ تاریخ آئی تو ایک سو بیس روپے ہوگئی، تو خریدار بائع سے بیس روپے لے لیتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ شیئر اپنے پاس رکھے اور اگر سو روپے کے بجائے ۸۰ روپے ہوگئی تو اب وہ اس کو بیس روپے ادا کر دیتا ہے اور شیئر وصول نہیں کرتا، اس دوسری صورت کو فیوچر سیل (Future Sale) اور عربی میں ''بيع المستقبليات'' بھی کہتے ہیں —— یہ صورت جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں عملاً بیع مستقبل کی طرف منسوب ہوتی ہے اور مستقبل کی طرف منسوب بیع جائز نہیں ہے، نیز زیادہ تر اس میں بیع مقصود بھی نہیں ہوتی؛ بلکہ قیمت کا فرق برابر کرنا مقصود ہوتا ہے جو جوئے کی ایک شکل ہے۔

(۳) شارٹ سیل (Short Sale)

جو شیئرز ابھی ملکیت میں نہیں آئے ہیں، اس کے فروخت کرنے کو ''شارٹ سیل'' کہتے ہیں، بیچنے والے کو اُمید ہوتی ہے کہ ادائیگی کے وقت وہ ان شیئرز کو حاصل کر لے گا — جو چیز ابھی ملکیت میں آئی ہی نہ ہو، شرعاً اس کو بیچنے کی ممانعت ہے؛ اس لئے یہ صورت جائز نہیں۔

(۴) مارجن سیل (Margin Sale)

شیئرز خرید کرنے والا بروکر کے واسطے سے شیئرز خریدے، جس کی قیمت کا کچھ حصہ فی الفور ادا کر دے اور کچھ حصہ اُدھار رکھے، اب بعض اوقات تو اُدھار قیمت پر بروکر کوئی سود نہیں لیتا ہے اور بعض دفعہ کچھ سود لیتا ہے یا ایک مقررہ مدت تک نہیں لیتا، اس کے بعد سود لیتا ہے — لہٰذا اگر مارجن سیل میں سود کی ادائیگی کی شرط ہو تو جائز نہیں ہوگا؛ کیوں کہ جیسے سود لینا حرام ہے، اسی طرح سود کا دینا بھی حرام ہے؛ البتہ اگر سود کی شرط نہ ہو تو پھر یہ صورت جائز ہے اور یہ صورت اُدھار خرید و فروخت کے درجہ میں آئے گی۔

تمرینی سوالات

(۱) شیئر کی خصوصیات کیا ہیں؟

(۲) شیئر ہولڈر کے حقوق کیا کیا ہیں؟

(۳) شیئر سے متعلق مختلف قیمتوں کو کن ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے؟

(۴) شیئر کی خرید و فروخت کن شرطوں کے ساتھ جائز ہے؟

(۵) شیئر خریدنے کے بعد کب اس کو فروخت کرنا درست ہوگا؟

(۶) ''فیوچر سیل'' کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے؟

(۷) ''شارٹ سیل'' کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے؟

(۸) ''مارجن سیل'' کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے؟



ساتواں باب

میچول فنڈ (Mutual Fund)

یہ ایسا فنڈ ہے جس میں سرمایہ کاری کرنے والوں کا سرمایہ جمع کیا جاتا ہے اور پھر اسے مختلف کمپنیوں میں لگایا جاتا ہے۔

مختلف قسمیں

تین جہتوں سے میچول فنڈ کی مختلف قسمیں بنتی ہیں :

(الف) سرمایہ کی ساخت کے اعتبار سے دو قسمیں کی جاسکتی ہیں :

(۱) Closed End Fund (صناديق الاستثمار المغلقة)

اس فنڈ کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں :

- اس فنڈ کا سرمایہ ثابت وٹھہرا ہوا ہوتا ہے، جس میں آئندہ کوئی اضافہ نہیں کیا جاتا۔
- جب اس کی یونٹیں فروخت ہوجائیں تو کوئی نیا شخص اس میں شریک نہیں ہوسکتا۔
- جب یونٹیں فروخت کردی جائیں تو اب فنڈ کا ان سے کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا، اگر یونٹ خریدنے والا اسے فروخت کرنا چاہے تو اسے اسٹاک ایکسچینج سے رُجوع کرنا پڑے گا۔

(۲) Open End Fund (صناديق الاستثمار المفتوحه)

اس فنڈ کی اہم خصوصیات یہ ہیں :

- فنڈ کا سرمایہ تبدیل ہوسکتا ہے، اس طرح کہ نئے لوگوں کو اس میں شریک کئے جانے کی گنجائش ہے۔
- سرمایہ کاروں کے لئے اس فنڈ میں داخل ہونے کی بھی گنجائش ہے اور باہر نکلنے کی بھی۔

● فنڈ اپنے سرمایہ میں اضافہ کے لئے نئ یونٹیں جاری کرسکتا ہے اور ان کی قدر متعین کرسکتا ہے، یعنی نئ قیمت لگا سکتا ہے۔

● اس فنڈ کی یونٹوں کی خرید و فروخت کے لئے اسٹاک ایکسچینج کی ضرورت نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ جب چاہے براہ راست کمپنی سے یونٹ خریدی اور بیچی جاسکتی ہے۔

(ب) مقاصد کے اعتبار سے اس فنڈ کی تین قسمیں کی جاسکتی ہیں :

(۱) Income Fund (صناديق الدخل)

اس فنڈ کی اہم خصوصیات یہ ہیں :

● اس کا مقصد سرمایہ کاری سے ایک ایسی آمدنی حاصل کرنا ہوتا ہے، جس میں کم سے کم خطرہ ہو۔

● اس فنڈ کے تحت سرمایہ کاری بالعموم ایسے شیئرز میں کی جاتی ہے، جن کی قیمت میں اُتار چڑھاؤ زیادہ نہیں ہوتا؛ بلکہ قیمت میں عموماً ٹھہراؤ رہتا ہے۔

(۲) Growth Fund (صناديق النمو)

اس فنڈ کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں :

● اس کا مقصد اصل سرمایہ کو نفع آور بنانا ہوتا ہے، جو مارکٹ ریٹ میں بہتری کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے، جیسے زمین میں سرمایہ کاری کی گئی اور زمین کا ریٹ بڑھ گیا تو اس سے اصل سرمایہ کی قدر میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

● عادۃً اس فنڈ میں ایسے شیئرز میں سرمایہ کاری کی جاتی ہے، جس میں بہت زیادہ قیمت میں چڑھاؤ کی اُمید ہو۔

(۳) Balanced Fund (صناديق الدخل والنمو)

اس کو Partially Income and Partially Growth Fund بھی کہتے ہیں۔

● اس میں ان دونوں فنڈ کی خصوصیات کو جمع کیا جاتا ہے۔

(ج) سرمایہ کاری کے میدان کے اعتبار سے اس کی تین قسمیں کی جاسکتی ہیں :

(۱) Bonds Funds (صناديق السندات)

اس فنڈ کی چند اہم خصوصیات یہ ہیں :

● اس کے ذریعہ سرکاری اور غیر سرکاری بانڈز میں سرمایہ کاری کی جاتی ہے اور انھیں خریدا جاتا ہے۔

● مختلف دورانیوں میں منافع فراہم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(۲) Stock Funds (صناديق الأسهم)

اس کی چند خصوصیات حسب ذیل ہیں :

● اسٹاک مارکٹ میں قیمتوں کے اُتار چڑھاؤ سے یہ متاثر ہوتا ہے۔

● سرمایہ کاری کے دوسرے فنڈز کے مقابلے اس میں زیادہ نفع کا امکان ہوتا ہے۔

● اس میں خطرات بھی زیادہ ہوتے ہیں۔

(۳) Money Market Funds (صناديق سوق النقد)

کرنسی مارکٹ کے فنڈس کی کچھ خصوصیات حسب ذیل ہیں :

● Short Term یعنی یہ فنڈ قلیل مدت کے لئے ہوتے ہیں، مثلاً تین مہینے یا اس سے بھی کم ؛ جب کہ بونڈس کی میوچیوریٹی (Maturity) کی مدت عام طور پر سے دس سال اور اس سے زیادہ ہوتی ہے۔

● Lower Risk Exposer کرنسی مارکٹ کے فنڈس میں خطرہ کا محرک کم ہوتا ہے اور نہ ہی زیادہ نفع ایسے انوسمنٹ پر حاصل ہوتا ہے۔

● High Liquidity کرنسی مارکٹ میں لگایا ہوا سرمایہ آسانی سے نکالا جاسکتا ہے اور اس سرمایہ کو سیال اثاثے (Liquid) میں بسہولت تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

(۴) Realestate Funds (صناديق العقار)

اس کی چند خصوصیات یہ ہیں :

● اس میں نقصان کے خطرات نہ بہت زیادہ ہوتے ہیں اور نہ بہت کم ؛ بلکہ متوسط درجہ میں ہوتے ہیں۔

● اس میں سرمایہ ڈیولپمنٹ میں بھی لگایا جاسکتا ہے۔
● کرایہ پر لگا کر بھی نفع حاصل کیا جاسکتا ہے۔

شرعی احکام

● میچول فنڈ پر بھی وہ تمام احکام منطبق ہوں گے، جو شیرز کی خرید وفروخت کے لئے ہیں، ہندوستان اور اکثر ملکوں میں جو میچول فنڈ قائم ہیں ان میں شرعی احکام کی رعایت نہیں پائی جاتی ہے؛ اس لئے اس فنڈ میں سرمایہ کاری جائز نہیں۔

● اسلامی اُصولوں کے مطابق میچول فنڈ کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں :

(الف) سرمایہ کار فنڈ کو ’’وکیل بالاستثمار‘‘ بنادے کہ وہ ان کے سرمایہ کو جس طرح نفع آور بنا سکے بنائے، اس صورت میں :

(۱) وکیل کی اُجرت پہلے متعین ہوجانی ضروری ہے اور یہ اُجرت نفع کے حاصل ہونے پر موقوف نہیں ہوگی، نفع ہو یا نقصان ہو، فنڈ بہر حال اپنی اُجرت کا حقدار ہوگا۔

(۲) اُجرت متعین کرتے ہوئے یہ وعدہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ اگر فنڈ نے سرمایہ کاروں کو زیادہ نفع دیا تو ان کو حسن کارکردگی کا انعام دیا جائے گا، یہ انعام کا وعدہ ہے اور انعام تبرعات میں سے ہے اور تبرعات میں جہالت مضر نہیں ہے۔

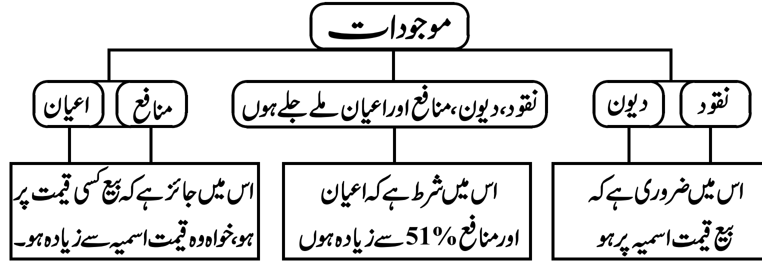
(ب) سرمایہ کار اپنا سرمایہ فنڈ کو مضاربت کے لئے حوالہ کرے، اس صورت میں :

(۱) پہلے سے کوئی اُجرت متعین نہیں کی جاسکتی ؛ بلکہ حاصل ہونے والے نفع میں سرمایہ کار اور فنڈ دونوں کا تناسب متعین ہوگا۔

(۲) سرمایہ کار کو فنڈ کی کاروباری کوششوں میں دخل دینے کا حق نہیں ہوگا ؛ سوائے اس کے کہ پہلے سے مضاربت میں لگائی گئی شرط کی وہ خلاف ورزی کرے۔

● میچول فنڈ میں سرمایہ کار اپنی حصہ داری کو فروخت کرسکتا ہے یا فنڈ سے اس کی قیمت کو واپس لے سکتا ہے ؛ البتہ اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ فنڈ کے موجودات کی مختلف

شکلیں ہوسکتی ہیں اور ہر شکل پر اس کے مطابق شرعی احکام جاری ہوں گے، جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :



تمرینی سوالات

(۱) سرمایہ کی ساخت کے اعتبار سے میچول فنڈ کی کیا قسمیں ہیں اور ان کی کیا خصوصیات ہیں؟

(۲) مقاصد کے لحاظ سے فنڈ کی کیا کیا قسمیں ہیں اور ان کی خصوصیات کیا ہیں؟

(۳) سرمایہ کاری کے میدان کے اعتبار سے اس کی کیا کیا صورتیں ہیں؟

(۴) ''میچول فنڈ'' کا شرعی حکم کیا ہے؟



آٹھواں باب

کموڈیٹی ایکسچینج (Commodities Exchange)

کوڈیٹی کے معنی سامان اور اشیاء کے ہیں، جیسے شیئرز کی خرید وفروخت کے لئے ایک مارکٹ قائم ہے جس کو اسٹاک مارکٹ یا اسٹاک ایکسچینج کہتے ہیں، اسی طرح بعض اشیاء کی خرید وفروخت کے لئے بھی منظم مارکٹ قائم ہے، جن کو ''کموڈیٹی ایکسچینج'' اور عربی میں ''سوق السلعه'' کہتے ہیں، اس مارکٹ میں عام طور پر سونا، چاندی لوہا، تانبا، گیہوں اور کپاس وغیرہ کی خرید وفروخت ہوتی ہے اور جس کی بنیادی طور پر تین صورتیں ہوتی ہیں :

۱- حاضر سودا (Spot Sale)

اس کو عربی میں ''عقود حالہ'' کہتے ہیں، اس میں فوری طور پر قیمت ادا ہوجاتی ہے اور مبیع کے حقوق خریدار سے متعلق ہوجاتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ انتظامی مجبوریوں کی وجہ سے قبضہ میں ایک دو دنوں کی تاخیر ہوجائے۔

۲- غائب سودا (Forword Sale)

عربی زبان میں اس کو ''عقود آجلہ'' کہتے ہیں — اس میں خرید وفروخت کا معاملہ تو طے پاجاتا ہے؛ لیکن قبضہ کے لئے مستقبل کی کوئی تاریخ مقرر ہوتی ہے۔

۳- (Future Sale)

اس کو عربی میں ''مستقبلیات'' کہتے ہیں — اس میں بھی ایجاب وقبول ہوجاتا ہے اور قبضہ کے لئے مستقبل کی کوئی تاریخ مقرر ہوجاتی ہے؛ لیکن مقصود سامان کا لین دین نہیں ہوتا؛ بلکہ معاملہ کو برابر سرابر کرنا پیش نظر ہوتا ہے، مثلاً ایک شخص نے یکم جنوری کو خرید وفروخت کا معاملہ کیا اور ۳۱/ جنوری کی تاریخ قبضہ کے لئے مقرر ہوئی، جس وقت سامان کے خرید

وفروخت کی بات ہوئی، اس وقت مثلاً لوہا ۳۰ ہزار روپے کنٹل تھا اور ۳۱ر جنوری کو مثلاً ۳۲ ہزار روپے ہوگیا، تو اب خریدار بائع سے کہتا ہے کہ لوہا تم اپنے پاس رکھو اور دو ہزار روپے جو اس کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے، وہ مجھے ادا کردو، یا مثلاً ۳۱ر جنوری کو لوہے کی قیمت گر کر ۲۸ ہزار روپے ہوگئی تو اب خریدار بائع سے کہتا ہے کہ لوہا تم اپنے پاس ہی رکھو اور اس کی قیمت میں جو دو ہزار روپے کی گراوٹ ہوئی ہے، وہ مجھ سے لے لو۔

شرعی احکام

(الف) حاضر سودا (Spot Sale) جائز ہے بشرطیکہ :

- مبیع موجود ہو اور بیچنے والے کی ملکیت میں ہو۔
- مبیع اس طرح متعین ہو کہ وہ دوسرے کی ملکیت سے ممتاز ہو، خواہ اس طور پر کہ سامان الگ کردیا گیا ہو یا نمبر کے ذریعے اس کو ممتاز کردیا گیا ہو۔
- جب خریدار کا اس شئے پر قبضہ ہوجائے، تو اب اس کو فروخت کرنا جائز ہے، خواہ خود فروخت کرے یا وکیل کے ذریعے فروخت کرے۔

(ب) غائب سودا (Forward Sale)

- اس صورت میں اگر مبیع بھی اُدھار ہو اور قیمت بھی اُدھار ہو تو یہ جائز نہیں ہے ؛ کیوں کہ ایسی بیع سے منع کیا گیا ہے جس میں عوضین اُدھار ہوں۔
- اگر صرف ثمن اُدھار ہو جیسا کہ بیع مؤجّل میں ہوتا ہے یا صرف مبیع اُدھار ہو، جیسا کہ بیع سلم میں ہوتا ہے تو یہ صورت جائز ہے۔

(ج) (Future Sale)

- یہ صورت جائز نہیں ہے۔

تمرینی سوالات

(۱) کموڈیٹی ایکسچینج سے کیا مراد ہے؟

(۲) کموڈیٹی کی خرید و فروخت کی کیا صورتیں ہیں؟

(۳) کموڈیٹی کی مختلف صورتوں کے احکام کیا ہیں؟

نواں باب

صکوک

صکوک (اسلامی باؤنڈ) کو آج کل ''سنداتِ اسلامیہ'' بھی کہتے ہیں، یہ دراصل کسی شئے یا اس کی منفعت میں متناسب اور مشاع حصہ کی نمائندگی کرتا ہے، جو قابل فروخت ہوتا ہے اور صکوک حاصل کرنے والا زیادہ قیمت میں بیچ کر اس سے نفع حاصل کرسکتا ہے؛ بہ شرطیکہ صکوک ''ربوی اموال'' کی نمائندگی نہ کرتے ہوں۔

صکوک اور باؤنڈز میں فرق

صکوک اور مروجہ باؤنڈز میں کم سے کم تین جہتوں سے بنیادی فرق پایا جاتا ہے :

(الف) صکوک میں نفع کی ضمانت نہیں ہوتی ،صکوک حاصل کرنے والا نقصان سے بھی دوچار ہوسکتا ہے؛ جب کہ باؤنڈز میں نفع کی ضمانت ہوتی ہے اور باؤنڈز جاری کرنے والا مقررہ وقت میں متعینہ نفع دینے کا پابند ہوتا ہے۔

(ب) صکوک مرابحہ، مضاربت، مشارکت، اجارۃ اور وکالت وغیرہ کسی عقد شرعی پر مبنی ہوتا ہے، باؤنڈز کی بنیاد قرض پر ہوتی ہے اور اس میں قرض پر نفع حاصل کیا جاتا ہے۔

(ج) صکوک اس پروجیکٹ کے متناسب حصہ کی نمائندگی کرتا ہے، جس کا سرمایہ ان صکوک کے پیچھے ہے، جیسے مشارکہ کا رأس المال، مضاربہ کا رأس المال، مرابحہ کی مبیع وغیرہ، جب کہ باؤنڈز قرضوں میں باؤنڈ کے خریدار کے حصہ کی نمائندگی کرتے ہیں۔

صکوک کے اقتصادی فوائد

صکوک سے مختلف اقتصادی فوائد متعلق ہیں :

(الف) سرمایہ کاری کے طریقے میں تنوع پیدا ہوتا ہے۔
(ب) چھوٹی چھوٹی رقموں کی بھی سرمایہ کاری کی جاسکتی ہے۔
(ج) کسی بھی وقت کاروبار سے باہر نکلا جاسکتا ہے۔
(د) ترقیاتی پروجکٹ میں اضافہ ہوتا ہے۔

صکوک (اسلامی باؤنڈس) کی قسمیں

صکوک چوں کہ سرمایہ کاری کے مختلف طریقوں کی نمائندگی کرتے ہیں، اس لحاظ سے صکوک کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں، بنیادی طور پر یا تو یہ کسی عین میں ملکیت کا نمائندہ ہوتا ہے یا عین سے حاصل ہونے والے نفع میں ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے۔

عین میں حاصل ہونے والی ملکیت کی چند صورتیں یہ ہیں :

(الف) ایک شخص کسی زمین، جائداد، بلڈنگ یا اس طرح کی کسی اور چیز کا مالک تھا، اس نے اپنی اس چیز کو ایک شخص کے ہاتھ بیچنے کی بجائے اس کو چھوٹی چھوٹی یونٹوں میں تقسیم کردیا، مثلاً اس کی سو یونٹیں بنادیں، ان میں سے ہر یونٹ کے لئے اسلامی باؤنڈ جاری کیا گیا تو اب اس شئے کی ملکیت باؤنڈز کے سو خریداروں کی طرف منتقل ہوگئی، اب یہ صکوک حاصل کرنے والے اگر اپنے صک کو کسی شخص سے بیچتے ہیں تو دراصل وہ اس شئے کی ایک یونٹ کو فروخت کرتے ہیں اور اس پر نفع حاصل کرتے ہیں۔

(ب) ایک شخص یا ادارہ کچھ سامان خرید کر نفع کے ساتھ بیچنا چاہتا ہے، یعنی مرابحہ کرنا چاہتا ہے، اس کے لئے مثلاً دس ہزار روپئے مطلوب ہیں تو اس نے سو سو روپے کے سو باؤنڈز جاری کئے، اس رقم سے وہ سامان خرید لیا گیا، جب یہ سرمایہ خریدے گئے سامان کی شکل میں آگیا تو اب ہر باؤنڈ سامان کے دس فیصد حصہ کی نمائندگی کرتا ہے، وہ شخص یا ادارہ اس سامان کو مرابحتاً بیچ کر جو نفع حاصل کرے گا، وہ اصل سرمایہ کے علاوہ باؤنڈ کے سرمایہ داروں میں تقسیم کردے گا اور اگر باؤنڈ خریدنے والے سیال سرمایہ کے ٹھوس سامان کی شکل اختیار

کرنے کے بعد اپنا باؤنڈ زیادہ قیمت میں فروخت کرنا چاہیں تو کرسکیں گے؛ کیوں کہ یہ روپے سے روپے کی بیع نہیں ہے؛ بلکہ روپے سے سامان کی بیع ہے؛ البتہ جب مبیع فروخت کردی گئی تو اب اس کی خرید وفروخت جائز نہیں؛ کیوں کہ اب آگے وہ اس کی ملکیت سے منتقل ہوچکی ہے، اسی کو ''صکوک مرابحہ'' کہتے ہیں۔

(ج) صکوک کی ایک قسم صکوک سلم ہے، ادارہ کسی شخص یا کمپنی سے سلم کا معاملہ کرنا چاہتا ہے، جس کے لئے مثلاً ایک لاکھ سرمایہ کی سلم کے رأس المال کے طور پر ضرورت ہے تو اب اس کے لئے گنجائش ہے کہ وہ مثلاً ایک ایک ہزار روپے کے سو صکوک جاری کرے اور جب سرمایہ جمع ہوجائے تو اب سلم کا معاملہ طے کرے، اس طرح ہر خریدار کا حصہ مسلم فیہ میں دس فیصد ہوگا، جب مسلم فیہ حاصل ہوجائے تو گویا خریداروں کا مبیع پر قبضہ ہوگیا، اب ان کے لئے گنجائش ہے کہ یا تو اس ادارہ یا کمپنی سے حقیقی نفع حاصل کریں، یا وہ اسے کسی اور سے زیادہ قیمت پر فروخت کردیں؛ کیوں کہ یہ روپے کی بیع نہیں ہے؛ بلکہ مسلم فیہ کے متناسب حصہ کی بیع ہے۔

(د) صکوک استصناع — کسی ادارہ یا شخص کو بڑے پیمانہ پر کسی سامان کا آرڈر دینا ہے اور مثلاً اس کے لئے ایک ہزار ڈالر مطلوب ہیں، وہ اس کے لئے سو ڈالر کے دس صکوک جاری کرتا ہے؛ تاکہ اس کے پاس ایک ہزار ڈالر جمع ہوجائیں، اس کے بعد وہ سامان کے لئے آرڈر دیتا ہے، اب جب وہ سامان حاصل ہوگا تو ہر خریدار کا حصہ اس میں دس فیصد ہوگا اور ہر باؤنڈ دس فیصد حصہ کی نمائندگی کرے گا، جب یہ سامان تیار ہوجائے تو صکوک لینے والوں کے لئے اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ استصناع کے ذریعہ خریدے گئے سامان کے بیچنے پر جو نفع حاصل ہو، وہ کمپنی سے حاصل کرلیں، خواہ اصل سرمایہ کے ساتھ وصول کرلیں یا اصل سرمایہ کو اس کے پاس باقی رکھتے ہوئے صرف نفع حاصل کرتے جائیں یا اس باؤنڈ کو زیادہ قیمت پر فروخت کردیں؛ کیوں کہ یہ استصناع کے ذریعہ خریدے گئے سامان کو فروخت کرنا ہے۔

یہ چند مثالیں ہیں، ورنہ مضاربہ، مشارکہ، مزارعہ، مساقاۃ اور وکالت بالاستثمار وغیرہ کے صکوک بھی اسی انداز پر ہوسکتے ہیں، جن میں صکوک کے اجراء کے ذریعہ سرمایہ اکٹھا کیا

جائے گا، پھر اس کے ذریعہ کوئی چیز خریدی جائے گی، اس میں صکوک خریدنے والوں کی متناسب حصہ داری ہوگی اور ایسی صورت میں یہ صکوک روپیہ کی نمائندگی نہیں کریں گے؛ بلکہ اعیان کی نمائندگی کریں گے اور اعیان کی خرید وفروخت اگر روپے یا کسی مخالف جنس سے ہوتو برابری ضروری نہیں ہوگی، اس طرح صکوک حاصل کرنے والے ان کو فروخت کرکے نفع حاصل کرسکیں گے۔

دوسری شکل یہ ہے کہ 'صکوک' اعیان کے منافع کی نمائندگی کرتے ہوں، اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں :

(الف) ایک شخص جو کسی چیز کا مالک ہو، وہ اس کی منفعت کے صکوک جاری کرے، مثلاً ایک شخص ایک ایسی عمارت کا مالک ہے، جس میں دس ملکیاں ہیں، وہ ایک شخص کو کرایہ پر دینے کے بجائے اس کی اُجرت کے لئے مثلاً پانچ پانچ سو روپے کے دس صکوک جاری کرتا ہے ، اس طرح ان میں سے ہر ایک اس بلڈنگ کے دس فیصد کرایہ کا حقدار بن جائے گا، پھر وہ شخص اس کو کرایہ پر لگا دیتا ہے تو اب جو کرایہ حاصل ہوگا، وہ پانچ ہزار سے زائد بھی ہوسکتا ہے، اس طرح حاملین صکوک میں سے ہر شخص کو دس فیصد نفع مل سکتا ہے اور اگر وہ اپنے صکوک کو کسی اور سے زیادہ قیمت پر بیچنا چاہے تو یہ بھی جائز ہوگا؛ کیوں کہ یہ پیسوں کو پیسوں سے فروخت کرنا نہیں ہے؛ بلکہ پہلے ادا کئے گئے پیسوں کے ذریعہ جو حق انتفاع حاصل ہوا ہے، وہ اسے بیچ رہا ہے۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شئے اس کی ملکیت میں نہیں ہے؛ لیکن اس نے کسی شخص سے اجارہ پر حاصل کرنے کا معاہدہ کرلیا ہے، اب وہ اس کے صکوک جاری کرتا ہے؛ تا کہ اُجرت ادا کرنے کے لئے اس کے پاس پیسے اکٹھا ہوجائیں، پھر اس رقم سے وہ مذکورہ شئے کو اجارہ پر حاصل کرلیتا ہے تو اب اس شئے کی منفعت میں تمام صکوک خرید کرنے والوں کی متناسب ملکیت ہوگی اور ان کے لئے اس کو زیادہ قیمت پر فروخت کرنے کی گنجائش ہوگی ؛ کیوں کہ یہ اس کے مملوکہ منافع کو فروخت کرنا ہے نہ کہ روپے سے روپے کا تبادلہ ہے۔

صکوک سے متعلق احکام

صکوک سے متعلق احکام کے سلسلہ میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ صکوک کا نظام چار مراحل سے گزرتا ہے :

(الف) اجراء: یعنی کسی کمپنی کا صکوک جاری کرنا، اس عمل کو عربی میں ''اصدار الصکوک''اور انگریزی میں Sukuk Issuance کہتے ہیں، صکوک جاری کرنے والے کو (Sukuk Issuer, Obligor, Originator) کہتے ہیں، صکوک جاری کرتے وقت اس کی جو قیمت طے کی جاتی ہے، اسے قیمت اسمیہ (Face Value) کہتے ہیں۔

(ب) اکتتاب: یعنی صکوک جاری کرنے والے سے صکوک کا قیمت اسمیہ پر خرید کرنا اور اس کا مالک بننا۔

(ج) تداول: یعنی صکوک خرید کرنے والوں کا ان صکوک کو دوسروں کے ہاتھ فروخت کرنا۔

(د) اطفاء: یعنی صکوک کا ختم ہوجانا، جس کے بعد آئندہ ان صکوک کو فروخت نہیں کیا جاسکتا۔

اجراء و اکتتاب (Issuance and Subscription)

اجراء و اکتتاب کے سلسلہ میں ضروری احکام حسب ذیل ہیں :

(۱) سرمایہ جمع کرنے کے لئے صکوک جاری کئے جاسکتے ہیں؛ بشرطیکہ ان کی بنیاد کسی عقد شرعی جیسے مرابحہ، سلم، استصناع وغیرہ پر ہو۔

(۲) جب جاری کئے جانے والے تمام صکوک خرید کر لئے جائیں اور کمپنی کی طرف سے اس کی فروخت بند کردی جائے تو صکوک کے لئے جس عقد شرعی کو بنیاد بنایا گیا ہو، اس کے تمام احکام اس پر جاری ہوں گے۔

(۳) صکوک خریدنے والے کی طرف سے اس کو خریدنا 'ایجاب' تصور کیا جائے گا اور صکوک جاری کرنے والے ادارہ کی طرف سے اس کو قبول کرنا قبول متصور ہوگا۔

(۴) اگر کوئی ادارہ یہ وعدہ کرے کہ بیچے ہوئے صکوک کو وہ خرید کرے گی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ اس کی طرف سے ایسا وعدہ ہوگا، جس کی تعمیل لازم ہوگی۔

(۵) اگر کمپنی کے اثاثے میں اضافہ ہو رہا ہے تو وہ نئے صکوک بھی جاری کر سکتی ہے۔

صکوک کا تداول

جس نے کمپنی سے صکوک خرید کئے ہیں، وہ اسے آئندہ فروخت بھی کر سکتا ہے اور یہ خرید وفروخت آئندہ خریداروں کے حق میں بھی درست ہے، اس سلسلے میں چند قابل ذکر احکام یہ ہیں :

(۱) جب صکوک جاری کرنے والے کی طرف سے صکوک کو فروخت کرنے کا دروازہ بند ہوجائے اور عملی طور پر کام شروع ہوجائے تو اب اس کی اگلے ہاتھوں میں خرید وفروخت جائز ہے ؛ کیوں کہ اب یہ صکوک ایسے اعیان یا منافع یا خدمات کی نمائندگی کرتے ہیں، جو وجود میں آچکے ہیں، جب تک عملی طور پر چیز حاصل نہ ہوجائے، اس کو بیچنا جائز نہیں ؛ کیوں کہ ابھی صکوک خرید کرنے والوں کا سرمایہ نقد کی شکل میں ہے ؛ لہٰذا اگر اسے بیچا جائے تو روپیہ کی بیع روپے سے ہوگی، تو ایسی صورت میں عقد صرف کے اُصول کی رعایت ضروری ہوگی۔

(۲) صکوک جاری کرنے والا اجراء صکوک کا عمل مکمل ہونے کے بعد خود بھی اسے خرید کر سکتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ Face Value میں خریدے ؛ بلکہ یہ بھی درست ہے کہ مارکٹ ویلیو میں خریدے۔

(۳) اگر صکوک اعیان کے منافع یعنی ثمن اجارہ کی نمائندگی کرتے ہوں، جو وجود میں آچکے ہیں، تو صکوک کی فروختگی مکمل ہونے سے پہلے ہی صکوک جاری کرنے والے اسے حامل صکوک سے خرید کر سکتے ہیں، یہ خریداری بازار کے نرخ پر بھی ہو سکتی ہے اور طرفین کے درمیان طے شدہ قیمت پر بھی۔

(۴) اگر اعیان متعینہ کے منافع کے صکوک جاری کئے جائیں اور پھر ان اعیان کو دوبارہ اسی جاری کرنے والے کو یا کسی اور شخص کو اجارہ پر دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے، ایسی صورت میں یہ صکوک کرایہ کے ایک حصہ کی نمائندگی کریں گے، جو دوسرے کرایہ دار کے ذمہ

باقی ہے؛ لہٰذا اس کی بھی خرید وفروخت درست ہوگی؛ لیکن دَین میں تصرف کرنے کے جو شرعی ضوابط ہیں، وہ اس پر لاگو ہوں گے۔

(۵) صکوک جاری کرنے والے کے لئے یہ بات جائز ہے کہ یونٹ مخصوص کردینے اور خریدار کے قیمت ادا کردینے کے بعد حامل صکوک سے واپس خرید کرلے؛ بشرطیکہ صکوک خریدنے والے کے ذمہ قیمت اُدھار نہ ہو، یعنی صکوک جاری کرنے والا بھی اُدھار نہ خریدے، یہ واپس خریداری مارکٹ ریٹ پر بھی ہوسکتی ہے اور واپس خریدنے کے وقت فریقین کے درمیان جو قیمت طے پا جائے، اس پر بھی۔

(۶) جو اعیان ابھی موجود و متعین نہ ہوئے ہوں؛ بلکہ معاہدہ کے تحت کسی شخص کے ذمہ باقی ہوں، جب تک وہ عین متعین نہ ہوجائے، اس کے منافع کے صکوک فروخت کرنا جائز نہیں، سوائے اس کے کہ دیون میں تصرف کرنے کے جو شرعی ضابطے ہیں، ان کی رعایت ملحوظ رکھی جائے۔

اِطفاء : صکوک جن اعیان اور منافع کی نمائندگی کرتے ہیں، جب یہ ملکیت سے نکل جائیں تو اب انھیں آگے فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

اس لحاظ سے نیچے صکوک کی مختلف صورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ کن صورتوں میں اور کب تک صکوک کی خرید وفروخت کی گنجائش ہے؟

صکوک مرابحہ

(۱) صکوک مرابحہ کے اجراء کے بعد موجودات صکوک نقد کی صورت میں ہوتے ہیں۔

(۲) جب سامان خرید لیا جاتا ہے تو موجودات صکوک اعیان کی صورت میں ہوجاتے ہیں۔

(۳) جب سامان مرابحہ پر فروخت کردیا جاتا ہے تو موجودات صکوک قرضوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

پہلی اور تیسری صورت میں صکوک کو قیمت عرفی سے کم یا زیادہ میں نہیں خریدا جاسکتا؛ جب کہ دوسری صورت میں صکوک کو کسی بھی قیمت پر خریدا جاسکتا ہے۔

صکوک اجارہ

(۱) صکوک اجارہ کے اجراء کے بعد موجودات صکوک نقد کی صورت میں ہوتے ہیں۔

(۲) جب چیز خرید لی جاتی ہے تو موجودات صکوک اعیان کی صورت میں ہوجاتے ہیں۔

(۳) جب وہ چیز اجارہ پر دے دی جاتی ہے تو بھی موجودات صکوک اعیان کی صورت میں رہتے ہیں۔

آخری دونوں صورتوں میں صکوک کو کسی بھی قیمت پر فروخت کیا جاسکتا ہے۔

صکوک مضاربہ

(۱) صکوک مضاربہ کے اجراء کے بعد موجودات صکوک نقد کی صورت میں ہوتے ہیں۔

(۲) جب صکوک سے جمع شدہ رقم مضارب کے حوالے کردی جاتی ہے تو موجودات صکوک موجودات مضاربہ بن جاتے ہیں۔

دوسری صورت میں صکوک مضاربہ کی خرید وفروخت سامان تجارت کی طرح کی جاسکتی ہے۔

صکوک سلم

(۱) صکوک سلم کے اجراء کے بعد موجودات صکوک نقد کی صورت میں ہوتے ہیں۔

(۲) جب سلم کی رقم بطور ثمن کے ادا کردی جاتی ہے تو موجودات صکوک مسلم فیہ یا سامان سلم بن جاتے ہیں، جن کی حیثیت 'دین سلعی' کی ہوتی ہے۔

(۳) جب مسلم فیہ خریدار کے حوالے کردیا جاتا ہے تو موجودات صکوک اعیان کی صورت میں ہوجاتے ہیں۔

(۴) جب سامان سلم کو وصولیابی کے بعد کسی کو فروخت کر دیا جائے تو موجودات صکوک نقد بن جاتے ہیں۔

دوسری صورت یعنی مسلم فیہ کے مشتری کے قبضہ میں آنے سے پہلے اس کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ دَین کی بیع ہوگی؛ البتہ تیسری صورت میں صکوک کو کسی بھی قیمت پر فروخت کیا جاسکتا ہے۔

صکوک مشارکت

(۱) صکوک مشارکہ کے اجراء کے بعد موجودات صکوک نقد کی صورت میں ہوتے ہیں۔

(۲) جب تجارت کے لئے اشیاء خرید کر لی جاتی ہیں تو وہ اعیان کی شکل میں ہوتے ہیں۔

دوسری صورت میں 'صکوک المشارکہ' کی عام سامان تجارت کی خرید وفروخت ہوسکتی ہے۔

صکوک استصناع

(۱) اجراء صکوک کے بعد موجودات صکوک نقد کی صورت میں ہوتے ہیں۔

(۲) جب مصنوعات وجود میں آجاتی ہیں تو وہ اعیان کی صورت اختیار کر جاتی ہیں۔

(۳) جب ان اعیان کو فروخت کر دیا جائے تو پھر وہ نقد کی شکل میں آجاتی ہیں۔

پہلی صورت میں صکوک کو قیمت اسمیہ سے کم یا زیادہ میں فروخت نہیں کیا جاسکتا ہے، دوسری صورت میں کسی بھی قیمت پر فروخت کیا جاسکتا ہے، جب مصنوعات فروخت ہو جائیں تو پھر آگے کسی اور سے صکوک کو فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

صکوک کو واپس خرید کر لینے کا وعدہ

صکوک سے متعلق اہم مسئلہ یہ ہے کہ اگر صکوک جاری کرنے والا صکوک خریدنے والے سے یہ وعدہ کرے کہ اگر اس کے صکوک فروخت نہ ہو پائیں تو وہ اس کو اس کی قیمت اسمیہ پر خرید کر لے گا، تو کیا یہ شکل درست ہوگی؟ — اس سلسلہ میں اگر چہ کچھ اختلاف رائے ہے؛

لیکن راجح یہی ہے کہ اس طرح کا وعدہ کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ وعدہ اس بات کو مستلزم ہے کہ صکوک خریدنے والے کو نقصان سے بچے رہنے اور اصل سرمایہ کے محفوظ رہنے کی ضمانت دے دی جائے اور یہ سرمایہ کاری کے بنیادی شرعی اُصول کے خلاف ہے۔

تمرینی سوالات

(۱) صکوک اور بانڈز میں کیا فرق ہے؟

(۲) صکوک کے اقتصادی فوائد کیا ہیں؟

(۳) صکوک نقد رقم کی نمائندگی کرتے ہیں یا ٹھوس اثاثہ کی؟

(۴) صکوک کی درج ذیل صورتوں کی وضاحت کریں: صکوک مرابحہ، صکوک سلم، صکوک استصناع۔

(۵) اعیان کی نمائندگی کرنے والے صکوک کی کیا کیا قسمیں ہیں؟

(۶) صکوک جاری کرنے والا اگر خریدار سے بچے ہوئے صکوک کو قیمت اسمیہ پر خرید کرنے کا وعدہ کرے تو درست ہے یا نہیں؟

(۷) صکوک کی خرید و فروخت درست ہے یا نہیں؟



دسواں باب

تکافل (اسلامی انشورنس)

یہ ایک حقیقت ہے کہ صنعتی ترقی اور مشینی وسائل نے انسان کو سہولت تو بہت پہنچائی ہے؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسی نسبت سے خطرات میں بھی اضافہ کیا ہے، انسان اپنے ہاتھ سے جو کام کرتا ہے، اس کی رفتار اس کے قابو میں ہوتی ہے، مشین کے ذریعہ جو کام انجام پاتا ہے، اس کی نوعیت یہ نہیں ہوتی، مثلاً ایک شخص تیز دوڑ رہا ہو اور آگے کوئی کھائی نظر آجائے تو وہ چشم زدن میں اپنے آپ کو روک سکتا ہے؛ لیکن اگر وہ تیز رفتار موٹر چلا رہا ہو اور اچانک ایک فرلانگ کے فاصلہ پر کھائی نظر آئی تو اتنی جلدی وہ اپنی گاڑی کو کنٹرول نہیں کرسکتا، یہ محض ایک مثال ہے، ورنہ تو زندگی کے تمام شعبوں میں انسانی عمل اور مشینی عمل کا یہ فرق بالکل واضح ہے، خطرات جس قدر بڑھتے ہیں، اسی قدر ان کے سدباب کی ضرورت بھی بڑھتی جاتی ہے۔

انشورنس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جو خطرات افراد و اشخاص کے لئے قابل برداشت نہ ہوں، ان کو اس قدر تقسیم کردیا جائے کہ وہ لوگوں کے لئے قابل برداشت ہوجائے، مثلاً کسی گاڑی سے ایکسیڈنٹ ہوجائے اور ڈرائیور کو دس لاکھ روپے ہرجانہ ادا کرنے کو کہا جائے تو شاید وہ اسے زندگی بھر میں بھی ادا نہ کرسکے؛ لیکن اگر ایک لاکھ افراد ڈرائیونگ کے پیشہ سے جڑے ہوئے ہوں اور ایک معاہدہ کے تحت ایسے موقع پر ہر ڈرائیور دس روپے ادا کردے تو اتنی رقم کا ادا کرنا کسی کے لئے بھی بار خاطر نہ ہوگا، انشورنس کا اصل مقصد یہی ہے۔

انشورنس کا بنیادی مقصد اور اسلام

غور کیا جائے تو اپنے بنیادی مقصد کے اعتبار سے انشورنس اسلام کے 'نظام تکافل' کے

عین مطابق ہے اور کتاب وسنت میں اس کی مختلف نظیریں موجود ہیں، بعض کا ذکر یہاں مناسب ہوگا :

(۱) اسلام میں کسی شخص سے متعلق جتنے واجبات ہیں، ان میں سب سے گراں قدر 'دیت' (خون بہا) ہے، شریعت میں دیت کا اُصول یہ ہے کہ اس کی ادائیگی تنہا مجرم پر نہیں ہوگی؛ بلکہ اس کے عاقلہ رشتہ دار مل کر اسے ادا کریں گے، بظاہر اس کی دو مصلحتیں ہیں: ایک یہ کہ ایک بھاری ہرجانہ کی ادائیگی عام افراد کے بس سے باہر ہوتی ہے تو اس کے لئے تعاون کا ایک راستہ موجود رہے، دوسرے: جب دیت ادا کرنے میں تمام لوگ شریک ہوں گے تو سب لوگ مل کر جرم کو روکنے کی کوشش بھی کریں گے، دیت صرف قتل عمد پر ہی واجب نہیں ہوتی؛ بلکہ قتل خطاء پر بھی واجب ہوتی ہے، اس طرح ایک متوقع خطرہ کی تلافی کو بہت سے ایسے افراد پر تقسیم کر دیا گیا ہے کہ اس کی ادائیگی نا قابل تحمل باقی نہ رہے، انشورنس کا بھی بنیادی منشاء یہی ہے، حضرت عمرؓ نے اس میں مزید وسعت برتتے ہوئے رشتہ داروں کی بجائے اس کے لئے ''اہل ارزاق'' اور ''اہل دیوان'' کے دو گروپ بنا دیئے، اہل دیوان سرکاری اور فوجی ملازمین تھے اور اہل ارزاق وہ فقراء تھے، جن کو ان کی غربت کی وجہ سے وظیفہ دیا جاتا تھا؛ چنانچہ احناف نے اسی سے اخذ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک پیشہ کے لوگ باہم ایک دوسرے کے ''عاقلہ'' ہوں گے :

لو كان اليوم قوم تناصرهم بالحرف فعاقلتهم اهل الحرفة ۔(۱)

اس میں مزید سہولت ہے؛ کیوں کہ ایک پیشہ کے لوگ ایک طرح کے خطرہ سے دوچار ہوتے ہیں؛ اس لئے وہ زیادہ خوش دلی کے ساتھ اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے یمن کے قبیلہ اشعر کی تحسین کرتے ہوئے ان کی اس خوبی کا ذکر فرمایا کہ سفر ہو یا حضر، جب ان کا کھانا کم پڑ جاتا ہے تو سب لوگ اپنی غذائی اشیاء کو اکٹھا کر لیتے ہیں اور تمام لوگوں کی ضرورت اجتماعی طریقہ پر پوری کی جاتی ہے، روایت کے الفاظ اس طرح ہیں :

---

(۱) ہدایہ: ۴/۳۶۰۔

إن الأ شعريين إذا أرملوا في الغزو ، أو قلّ طعام عيالهم في المدينة ، جمعوا ماكان عندهم فى ثوب واحد ، ثم اقتسموه بينهم في إناء واحد بالسوية ، فهم مني ، وأنا منهم ۔(۱)

اشعری لوگوں کا سفر میں جب توشہ ختم ہوجاتا ہے یا مدینہ میں انھیں کھانے کی تنگی ہوتی تو وہ سب کے پاس کا غلہ ایک کپڑے میں جمع کرتے ہیں، پھر اسے ایک پیالہ سے برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں، وہ مجھ سے ہیں، میں ان سے ہوں۔

اس میں بھی آپ نے جس طریقۂ کار کی تعریف کی، وہ یہی اجتماعی کفالت کا طریقہ ہے۔

(۳) مشہور واقعہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں ایک 'سریہ' کسی مہم پر گیا ہوا تھا، ایک مرحلہ ایسا آیا کہ جس میں غذائی اشیاء نہایت قلیل مقدار میں باقی رہ گئیں، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر تمام لوگوں کے پاس موجود خوردنی اشیاء جمع کیں اور ان کے ذریعہ اجتماعی طور پر لوگوں کے کھانے کا نظم کیا گیا، یہاں تک کہ بعد میں ان حضرات کو ایک بڑی مچھلی مل گئی، جس کو اس زمانہ میں 'سمک عنبر' سے تعبیر کیا جاتا تھا، کافی دنوں تک مجاہدین اسی سے اپنی غذائی ضرورت پوری کرتے رہے، روایت کے الفاظ اس طرح ہیں :

فأمر أبو عبيده بأزواد ذلک العيش ، فجمع ذلک كله ، فكان مزودي تمر ، فكان يقوتنا كل يوم قليلاً قليلاً حتى فني ....(۲)

اس واقعہ میں اجتماعی کفالت کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور یہی انشورنس کا بھی بنیادی مقصد ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب فی الطعام والنھد والعروض، حدیث نمبر: ۲۳۵۴۔

(۲) صحیح البخاری، باب غزوۃ سیف البحر، حدیث نمبر: ۴۱۰۲۔

یہ مختلف احادیث اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ شریعت اسلامی اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ پریشان حال شخص کو تنہا چھوڑ دیا جائے اور اس کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے سماج اپنا کردار ادا نہ کرے؛ بلکہ اسلام انفرادی ملکیت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے موقعوں پر اجتماعی کفالت کی بھی دعوت دیتا ہے؛ تاکہ غیر معمولی حالات کا مِل جُل کر مقابلہ کیا جائے۔

مروجہ انشورنس کا حکم

غرض کہ انشورنس اجتماعی کفالت کی ایک منظم صورت ہے، یہ اپنے مقصد کے اعتبار سے شریعت اسلامی کے مزاج کے عین مطابق ہے؛ لیکن چوں کہ اس وقت نظام معیشت مغرب کے ہاتھ میں ہے اور مغربی نظام معیشت کا تصور یہ ہے کہ جب تک انسان میں خود غرضی نہ ہو، اس وقت تک معیشت ترقی نہیں کر سکتی؛ کیوں کہ خود غرضی اور ذاتی مفاد ہی ایسا محرک ہے، جو انسان کو جدو جہد اور تگ و دو پر آمادہ کرتا ہے؛ اسی لئے انھوں نے مختلف معاشی اداروں کی اس انداز پر تشکیل کی کہ اس میں سود اور قمار جیسی برائیوں کو داخل کر دیا؛ تاکہ سرمایہ کار کو نفع تو حاصل ہو؛ لیکن اس کو نہ دوسرے کا تعاون کرنا پڑے اور نہ اپنے سرمایہ کے سلسلہ میں کسی قسم کا رسک اور خطرہ پیدا ہو، ایسے ہی اداروں میں ایک 'انشورنس' بھی ہے۔

(الف) مروجہ انشورنس میں شرعی نقطۂ نظر سے ربا النسا بھی ہے اور ربا الفضل بھی؛ کیوں کہ انشورنس کی بعض صورتوں میں جو رقم ادا کی جاتی ہے، وہ ایک مقررہ مدت کے بعد مع اضافہ کے واپس ملتی ہے تو اس میں 'ربا الفضل' ہو گیا؛ کیوں کہ زیادہ رقم واپس کی جاتی ہے اور 'ربا النسا' تو ہے ہی؛ کیوں کہ ایک کی طرف سے نقد اور ایک کی طرف سے اُدھار ادائیگی ہوتی ہے۔

(ب) انشورنس کی موجودہ صورت میں 'غرر فاحش' کی کیفیت بھی پائی جاتی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسی خرید و فروخت کے معاملہ سے منع فرمایا ہے، جس میں غرر ہو:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر۔ (۱)

(۱) مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذى فيه غرر، حدیث نمبر: ۳۸۸۱۔

مروجہ انشورنس میں تین پہلوؤں سے غرر موجود ہے، اول یہ کہ جس خطرہ کے تدارک کے لئے انشورنس اسکیم لی گئی ہے، وہ خطرہ پیش بھی آئے گا یا نہیں؟ یہ معلوم نہیں ہے، دوسرے: اسے کتنی قسطیں ادا کرنی پڑیں گی؟ ہوسکتا ہے کہ ایک ہی قسط ادا کرے اور خطرہ پیش آجائے اور ہوسکتا ہے کہ سال بھر کی قسط ادا کرے اور کوئی خطرہ پیش نہ آئے، تیسرے: یہ بات بھی متعین نہیں کہ اسے خطرہ پیش آنے کی صورت میں کتنی رقم ملے گی؛ کیوں کہ نقصان کی مقدار کیا ہوگی؟ اس کا اندازہ نہیں ہے اور نقصان کے لحاظ سے ہی وہ معاوضہ کا حقدار ہوگا۔

(ج) انشورنس کی مروجہ صورت میں قمار بھی ہے؛ کیوں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تمام قسطیں ادا کردے اور اس کے مقابلہ میں کچھ حاصل نہ ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تھوڑی سی رقم جمع کرے اور بہت ساری رقم حاصل ہوجائے، اسی کو 'قمار' کہتے ہیں۔

(د) غور کیا جائے تو اس میں ایک پہلو دَین کی دَین سے بیع کا بھی ہے، پالیسی لینے والوں کے ذمہ جو قسطیں باقی ہیں، وہ بھی دَین ہے اور کمپنی نے جو ذمہ داری قبول کی ہے، وہ بھی دَین ہے، گویا یہ ایسا معاملہ ہے جس میں دین کا عوض دین کی شکل میں طے پاتا ہے، جس سے رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً منع فرمایا ہے۔

(ھ) اس میں بعض اخلاقی مفاسد بھی ہیں، جو صرف وہمی نہیں ہیں؛ بلکہ ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، جیسے وارث کا مورث کے قتل کرنے کی تدبیر کرنا؛ تاکہ جلد سے جلد انشورنس کی رقم اس کے ہاتھ میں آجائے، خطرات سے مطمئن ہوکر بے احتیاطی سے کام لینا وغیرہ، ان اسباب ووجوہ کے تحت جمہور علماء کا نقطۂ نظر یہی ہے کہ انشورنس کی مروجہ شکل حرام ہے۔

ایک طرف انشورنس کی ضرورت اور دوسری طرف مروجہ انشورنس کی شرعی قباحتوں کے پس منظر میں علماء نے ایسے متبادل انشورنس کی طرف توجہ دی ہے، جو انشورنس کے مقصد کو بھی پورا کرے، اور جو مفاسد اس میں شامل ہوگئے ہیں، وہ ان سے خالی بھی ہو۔

تکافل کے بنیادی اُصول

اسلامی اُصولوں پر جو انشورنس کمپنی قائم ہوگی، اس کی بنیاد ان اُصولوں پر ہوگی:

(۱) جو لوگ کمپنی کے ممبر بن گئے، وہ اپنے اوپر ایک مقررہ مقدار ادا کرنے کو لازم کرلیں گے، مالکیہ کے مسلک کے مطابق انسان اپنے اوپر جس چیز کا التزام کرلے، وہ اس کے ذمہ لازم ہوجاتی ہے، موجودہ عہد کے ان فقہاء نے — جو اسلامی معاشیات میں بھی مہارت رکھتے ہیں — اسی رائے پر فتویٰ دیا ہے۔

(۲) اگر انشورنس کمپنی اس اساس پر قائم ہو کہ وہ اپنے ممبران کے نقصانات کی تلافی کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو کچھ نفع بھی دیں تو کمپنی کے لئے ضروری ہوگا کہ دو الگ اکاؤنٹ رکھیں، ایک اکاؤنٹ تعاون سے متعلق رقوم کا ہو اور دوسرا اکاؤنٹ سرمایہ کاری کا ہو، سرمایہ کاری والے اکاؤنٹ میں ممبران کی جو رقم جمع ہو، اس کا نفع ان کو دیا جائے اور تبرع والے اکاؤنٹ کی رقم نقصانات کی تلافی میں خرچ کی جائے۔

(۳) جو رقم تبرع کے اکاؤنٹ میں جمع ہو، اگر وہ سال بھر ممبران کے مقررہ نقصانات کو پوری کرنے کے بعد بچ جائے تو وہ یا تو ممبران کو واپس کردی جائے گی یا ان کی اجازت سے آئندہ کی ضروریات کے لئے اسی اکاؤنٹ میں باقی رکھی جائے گی۔

(۴) یہ ادارہ ربا اور قمار نیز ہر طرح کے غیر شرعی اُمور سے خالی رہے گا، اگرچہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کو اس کی ادا کی ہوئی تبرع کی رقم سے زیادہ مل جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص اپنے تبرعات تو جمع کرے؛ لیکن اس کو اس کے مقابلے میں کچھ نہ ملے؛ کیوں کہ اس کو وہ حادثہ ہی پیش نہیں آیا، جس کی وجہ سے وہ تعاون کا مستحق ہوتا؛ لیکن یہ ربا اور قمار کے دائرہ میں اس لئے نہیں آئے گا کہ ان دونوں کا تعلق عقد معاوضہ سے ہے نہ کہ تبرعات سے، اور یہ صورت تبرع کے قبیل سے ہے، اس میں ایسا نہیں ہے کہ بچی ہوئی رقم کے مالک وہ لوگ بن جائیں، جنھوں نے کمپنی قائم کی ہے، اسی طرح اس میں جہالت وغرر بھی پایا جاتا ہے، مگر یہ معاوضات میں باعث فساد ہوتا ہے، تبرعات میں نہیں۔

(۵) ممبران جو رقم سرمایہ کاری کے لئے لگائیں گے، اس میں ان کی شرکت نفع ونقصان کی اساس پر ہوگی؛ کیوں کہ شریعت میں سرمایہ کاری کا بنیادی اُصول یہی ہے کہ سرمایہ

کار اور محنت کار دونوں کو نفع ہونے کی صورت میں مقررہ تناسب کے مطابق نفع حاصل ہو اور اگر نقصان ہو تو اس کو سرمایہ کار برداشت کرے، یعنی سرمایہ کار سرمایہ کے نقصان کو گوارا کرے اور محنت کار اپنی محنت کے نقصان کو گوارا کرے۔

مروجہ انشورنس اور تکافل کا فرق

اس طرح مروجہ انشورنس اور اسلامی انشورنس کے درمیان بنیادی فرق ہے، جس کو درج ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

انشورنس	تکافل
(۱) مروجہ انشورنس عقد معاوضہ ہے، جس میں کمپنی کے شیر ہولڈر نفع حاصل کرنے کے لئے اپنی رقم لگاتے ہیں اور کمپنی کے ممبروں کو پیش آنے والے نقصانات کی تلافی کے بعد جو کچھ رقم بچ جاتی ہے، وہ ان کی ملکیت بن جاتی ہے۔	اسلامی انشورنس عقد تبرع ہے، اس میں تعاون کی نیت سے رقم دی جاتی ہے، نہ کہ نفع کی نیت سے۔
(۲) مروجہ انشورنس میں کمپنی کے شیر ہولڈرس اور کمپنی کے ممبروں کا الگ الگ اکاؤنٹ نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ تمام رقمیں ایک ہی جگہ جمع ہوتی ہیں۔	اسلامی انشورنس کمپنی میں کمپنی کے ممبروں کی امانتی رقم کا الگ اکاؤنٹ ہوگا، جو نقصانات کی بھرپائی میں استعمال ہوگا، اور سرمایہ کاری کے لئے جمع ہونے والی رقم کا اکاؤنٹ الگ ہوگا، جس کا نفع شرکاء کو حاصل ہوگا۔
(۳) مروجہ انشورنس کمپنی میں جمع شدہ رقم میں سے جو بچ جائے گی، اس سے پالیسی حاصل کرنے والے ممبروں کا کوئی تعلق نہیں ہوگا؛ بلکہ شیر ہولڈر یعنی کمپنی کے مالکان اس کے مالک ہوں گے۔	اسلامی انشورنس کمپنی میں تبرع کے طور پر جو رقم دی گئی ہے، اگر اس میں سے بچ جائے تو یا تو ممبروں کو واپس لوٹا دی جائے گی یا تبرع کے فنڈ میں آئندہ کے لئے اسے محفوظ کرلیا جائے گا، یہ بچی ہوئی رقم کمپنی قائم کرنے والوں کی ملکیت نہیں بنے گی۔
(۴) مروجہ انشورنس کمپنی کی نگرانی کے لئے نہ کوئی 'شریعہ بورڈ' ہوتا ہے اور نہ اس میں اسلام کے حلال وحرام سے متعلق احکام پیش نظر رکھے جاتے ہیں؛ چنانچہ اس میں ربا، قمار اور غرر کا پایا جانا بالکل واضح ہے۔	اسلامی انشورنس کمپنی میں اس بات کی رعایت ہوگی کہ تمام کام شریعت کے دائرہ میں ہو اور اس کی نگرانی کے لئے ایک شرعیہ بورڈ بھی ہوگا۔

عملی تطبیق

اسلامی انشورنس کی بنیادی طور پر دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اس کا مقصد صرف ممکنہ خطرات میں نقصانات کی تلافی کرنا ہو، جو لوگ اس میں ممبر بنیں، ان کا مقصد سرمایہ کاری نہ ہو — دوسری صورت یہ ہے کہ نقصانات کی تلافی کے لئے تعاون بھی پیش نظر ہو اور حلال طریقہ پر سرمایہ کاری بھی۔

خالص تبرع کی صورت

پہلی صورت میں انشورنس کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں، ایک: ہبہ کی، دوسرے: وقف کی، اور یہ دونوں ہی تبرع کے قبیل سے ہیں، اگر ہبہ کی بنیاد پر تکافل کا نظام قائم ہو تو اس میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک تو یہ ہبہ مشروط ہے کہ اگر اس گروپ میں سے کسی شخص کو فلاں حادثہ پیش آئے تبھی اس کو رقم دی جائے گی تو کیا مشروط ہبہ درست ہو جائے گا؟— دوسرے: یہ کہ ہبہ کرنے والا کسی حادثے سے دو چار ہو تو وہ خود بھی اس سے فائدہ اُٹھاتا ہے، تو کیا یہ بات درست ہے کہ واہب اپنے ہبہ کے مقابلہ میں عوض کی شرط لگا دے اور ایسی صورت میں کیا یہ ہبہ درست ہوگا؟

جہاں تک ہبہ میں شرط لگانے کی بات ہے، تو اول تو فقہاء کے اُصول کے مطابق تبرعات کے منعقد ہونے کے لئے شرط لگانا مانع نہیں ہے، معاوضات میں شرط لگانا نقصاندہ ہے؛ لہٰذا ہبہ میں شرط لگا دی جائے، اس کے باوجود ہبہ نافذ ہو جاتا ہے۔

تاہم اگر غور کیا جائے تو یہاں نفس ہبہ میں شرط نہیں لگائی جا رہی ہے؛ بلکہ تبرع جمع کرنے والا انشورنس کمپنی کو وکیل بنا رہا ہے کہ وہ فلاں فلاں صورت حال سے دو چار لوگوں ہی کو اس میں سے رقم ادا کرے، گویا یہ 'وکالت مقیدہ' ہے، پھر جب وکیل اپنے مؤکل کی طرف سے مستحق شخص کو رقم ادا کرتا ہے تو اس وقت موہوب لہ پر کوئی شرط نہیں لگائی جاتی؛ اس لئے درحقیقت یہ اشتراط فی الہبہ کے دائرہ میں آتا ہی نہیں ہے۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ کیا خود ہبہ کرنے والے کے لئے یہ درست ہوگا کہ وہ جن لوگوں کو ہبہ کر چکا ہے، ان سے تعاون وصول کرے؟

احادیث سے ہبہ بالعوض کا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے؛ چنانچہ حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے: ''الرجل أحق بهبته مالم يثب منها''(۱) اگر انشورنس کی بنیاد ہبہ پر ہو، تو اس کو ہبہ بالعوض مانا جاسکتا ہے۔

وقف کی صورت

دوسری صورت یہ ہے کہ انشورنس کی بنیاد 'وقف' پر ہو، وقف کی صورت میں جو رقم تبرعاً جمع ہوگی، اس کی سرمایہ کاری کی جائے گی اور اصل رقم کو باقی رکھا جائے گا، اسی طرح کچھ اور لوگ بھی اس وقف کو متاثر لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے تعاون دے سکتے ہیں، پھر سرمایہ کاری سے جو نفع حاصل ہو، نیز وقف میں جو تعاون کی رقم جمع کی جائے، یا کمپنی کے جو لوگ ممبر بنیں اور اپنی پریمیم کی رقم جمع کریں، وہ وقف نہیں ہے 'مملوکات وقف' میں ہے، اسے کمپنی کے اُصول کے مطابق ممبروں کے مطالبات کی تکمیل میں خرچ کیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں دو باتیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں: ایک یہ کہ وقف اور مملوکاتِ وقف دونوں کے احکام الگ الگ ہیں، اصل وقف کو باقی رکھتے ہوئے اس سے استفادہ کیا جائے گا؛ لیکن جو مملوکات وقف ہیں، ان کو باقی رکھنا ضروری نہیں، جیسے کوئی مکان یا کھیت وقف کیا جائے تو مکان اور کھیت کو باقی رکھنا ضروری ہے؛ لیکن مکان سے جو کرایہ اور کھیت سے جو پیداوار حاصل ہو، وہ بعینہٖ وقف نہیں؛ اس لئے ان کو مصارف وقف پر خرچ کیا جاسکتا ہے، دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ 'وقف' ایسا تبرع ہے، جس سے خود متبرع بھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے؛ لہٰذا اس صورت میں خود تبرع کرنے والے کے اس سے فائدہ اُٹھانے میں کوئی قباحت نہیں اور نہ اس میں کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت پیش آتی ہے؛ اس لئے وقف کو 'تکافل' کی بنیاد بنانا زیادہ بہتر نظر آتا ہے۔

---

(۱) سنن ابن ماجه، كتاب الهبات، حدیث نمبر: ۲۳۸۷، وفي الزوائد، في اسناده ابراهيم بن إسماعيل بن مجمع وهو ضعيف، مستدرک الحاکم، كتاب البيوع، حدیث نمبر: ۲۳۲۳ ''قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه''۔

سرمایہ کاری کے ساتھ تبرع

تکافل کی دوسری بنیادی صورت یہ ہے کہ تبرع کے ساتھ ساتھ سرمایہ کاری بھی ہو، اب اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ متبرع پوری رقم انشورنس کمپنی کو سرمایہ کاری کے مقصد سے دے اور متعین کر دے کہ اس پر حاصل ہونے والے نفع کا کچھ فیصد تبرع ہوگا اور کچھ فیصد اس کو بطور نفع واپس ملے گا، گویا متبرع کی اصل رقم ضرورت مندوں پر صرف نہیں ہوگی؛ بلکہ اس سے حاصل ہونے والا نفع ان پر صرف ہوگا، دوسری صورت یہ ہے کہ اصل رقم میں سے کچھ حصہ تبرع کے لئے دیا جائے اور کچھ حصہ نفع کے لئے مختص ہو، جو رقم تبرع کے لئے ہے وہ یا پہلے سے قائم شدہ وقف میں اعانت کے لئے ہو، مستحقین پر خرچ کی جائے گی اور جو رقم اس نے نفع حاصل کرنے کے لئے دی ہے، اس کا نفع اس کو واپس ملے گا۔

پھر جو تبرع کرنے والا اپنی رقم کے کچھ حصہ پر نفع حاصل کرنا چاہتا ہے، اس کے لئے دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ انشورنس کمپنی کو وہ رقم بطور مضاربت کے دے، اس رقم میں کمپنی کی حیثیت 'مضارب' کی ہے اور ممبران کی حیثیت 'رب المال' کی؛ چنانچہ مضاربت کے اُصول کے مطابق رب المال اپنے حصہ کا نفع لے لے اور کمپنی اپنے حصہ کا نفع، جس کو وہ مستحقین میں خرچ کرے، دوسری صورت یہ ہے کہ ممبران کمپنی کو 'وکیل بالاستثمار' بنادیں، کمپنی اپنی صواب دید سے اس سرمایہ کو لگائے اور بحیثیت وکیل ممبران سے اُجرت وکالت حاصل کرے، ایسی صورت میں کمپنی کو نفع ونقصان سے تعلق نہیں ہوگا؛ بلکہ وہ بہر صورت اُجرت کی مستحق ہوگی، غرض کہ یہ ایسی صورت ہے، جس میں ممبروں کو بصورت استحقاق تعاون بھی حاصل ہوگا اور ان کو نفع بھی ملے گا۔

تکافل کی یہ ایسی صورتیں ہیں، جو انشورنس کی تمام ہی صورتوں میں قابل عمل ہیں —— لائف انشورنس کی صورت میں ممبروں کی رقم کا ایک حصہ مضاربت پر لگایا جائے گا اور جب رقم ادا کرنے کی نوبت آئے تو اس کا اصل سرمایہ اور مضاربت کے ذریعہ حاصل ہونے والا نفع ادا

کرنے کے بعد بقیہ رقم تبرع کی مد سے پوری کی جائے گی؛ البتہ بنیادی اُصول یہ ہے کہ انشورنس ان ہی چیزوں میں قبول کیا جائے گا، جن کی خرید وفروخت یا جن کو کرایہ پر لگانا جائز ہو، جو بات خود ناجائز ہو، یا جس پالیسی کے پیچھے انشورنس لینے والے کی غرض ظاہر ہو کہ وہ ایک حرام مقصد کے لئے انشورنس حاصل کر رہا ہے، تو ایسی چیز کا انشورنس جائز نہیں۔

انشورنس کی رقم، مالک کی وفات کے بعد

انشورنس سے متعلق ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کی حیثیت کیا ہوگی؟ — تو اگر اس نے انشورنس کے لئے کسی کو نامزد نہ کیا ہو تو اس کی حیثیت اس کی موت کے بعد ترکہ کی ہوگی اور تمام ورثہ کا حق اس سے متعلق ہوگا، اور اگر اس نے کسی شخص کو نامزد کیا ہو تو اس کی حیثیت وصیت کی ہوگی اور اس پر وصیت کے احکام جاری ہوں گے۔

ری انشورنس (إعادۃ التامین Reinsurance)

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مطالبات بڑھ جاتے ہیں اور کمپنی کے پاس موجود رقم کم پڑ جاتی ہے، ایسے مواقع کے لئے ری انشورنس کمپنیاں موجود ہیں، انشورنس کمپنیاں ری انشورنس کمپنیوں کی ممبر بنتی ہیں، جو ان حالات میں ان کو قرض فراہم کرتی ہیں، جو قرض دیتی ہیں اور اس پر انٹرسٹ حاصل کرتی ہیں اور ری انشورنس کی ممبر بننے والی کمپنیاں جو رقم بطور فیس کے جمع کرتی ہیں، ان پر انٹرسٹ دیتی ہیں، ظاہر ہے کہ یہ صورت جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر اسلامی ری انشورنس کمپنیاں موجود نہ ہوں تو مجبوری کے درجہ میں ری انشورنس کمپنیوں سے استفادہ کرنے کی گنجائش ہے؛ لیکن یہ قدر ضرورت سے زیادہ نہ ہو، نیز تکافل کمپنی کو ری انشورنس کمپنی جو زائد رقم ادا کرے، اسے غرباء پر خرچ کر دینا ضروری ہے۔

یہ بات بھی ضروری ہے کہ مسلم ممالک اور مسلمان تجار خود اسلامی ری انشورنس کمپنی قائم کریں؛ تاکہ اسلامی انشورنس کمپنیاں سود اور قمار پر مبنی ری انشورنس کمپنیوں کی بجائے تبرع پر مبنی ری انشورنس کمپنیوں کی ممبر بنیں، ری انشورنس کمپنیوں کا طریقۂ کار بھی وہی ہوگا، جو

انشورنس کمپنیوں کا ہے، یعنی یہ ری انشورنس کمپنیوں کو اپنے جمع شدہ تبرعات کا کچھ حصہ بطور ممبری فیس کے دیں گی، ری انشورنس کمپنی جمع شدہ رقم کو نفع آور بنائے گی اور اپنی ممبر انشورنس کمپنیوں کے مطالبات ادارہ کے مقررہ قاعدہ کے مطابق بطور تعاون یا بطور قرضہ حسنہ پورا کریں گی، نیز اس کے بھی وہی قواعد ہوں گے، جو عام اسلامی انشورنس کمپنیوں کے ہیں۔

تمرینی سوالات

(۱) انشورنس اپنے بنیادی مقصد کے اعتبار سے اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے یا نہیں؟

(۲) اسلام میں اجتماعی کفالت کی جو صورتیں پائی جاتی ہیں، انھیں تحریر کریں۔

(۳) مروجہ انشورنس میں کیا شرعی مفاسد پائے جاتے ہیں؟

(۴) مروجہ انشورنس اور تکافل کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۵) تکافل بطریق ہبہ کی کیا صورت ہے اور کیا یہ صورت ہبہ بالشرط کے دائرہ میں آئے گی؟

(۶) کیا ہبہ کرنے والے کے لئے اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ جن لوگوں کو ہبہ کر چکا ہے، ان سے اس کے بدلے میں تعاون حاصل کرے؟

(۷) تکافل بطریق وقف کی کیا صورت ہوگی؟

(۸) کیا تکافل کے ساتھ سرمایہ کاری بھی کی جاسکتی ہے اور اگر کی جاسکتی ہے تو اس کی کیا کیا شکل ہے؟

(۹) انشورنس کرانے والے کی اگر وفات ہوجائے تو اس کے قابل واپسی نفع کا مالک کون ہوگا؟

(۱۰) اسلامی انشورنس کمپنی کے لئے ری انشورنس کے جائز ہونے کی صورت کیا ہے؟

